# نصرة

"گریٹر اسرائیل" پر نیتن یاہو کے بیانات اور ان کے مضمرات

مسلمانوں میں مایوسی اور حوصلہ شکنی پیدا کرنا

سوڈان، ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کی جانب سے الفاشر کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد

سونا اور ڈالر کے مابین جاری مخمصہ

## یہ ایک کبیرہ گناہ ہے کہ نہ تو غزہ کو مسلم افواج کے ذریعے آزاد کرایا گیا اور نہ ہی یہودی وجود کو فنا کیا گیا۔

جمادی الاول - جمادی الثانی 1447ھ

نومبر - دسمبر 2025ء

شمارہ-87

# فہرست


امت ایک زندہ حقیقت ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی... اور ہر نئی بیداری سے قبل ایک کٹھن مرحلہ لازمی آتا ہے ..... 3

تفسیر سورۃ البقرۃ (283) ........ 16

دعوت کے علمبرداروں کے لیے ایک پکار "اس تمام عرصے میں کہاں تھے"؟! ........ 22

اسلامی اقتصادی نظام اور سرمایہ دارانہ معیشت کے ساتھ اس کے انضمام کا خطرہ ........ 25

"گریٹر اسرائیل" پر نیتن یاہو کے بیانات اور ان کے مضمرات ........ 30

شرعی نقطۂ نظر سے تنظیمی سرگرمیاں (العمل الحزبي) ........ 46

فکر کو اس کے علمبرداروں سے جوڑنا ہی حقیقی تبدیلی کا راستہ ہے ........ 63

نوجوان نسل (Gen Z) مراکش کے تخت پر لرزہ طاری کئے ہوئے ہے ........ 67

یہ ایک کبیرہ گناہ ہے کہ نہ تو غزہ کو مسلم افواج کے ذریعے آزاد کرایا گیا اور نہ ہی یہودی وجود کو فنا کیا گیا ........ 70

مسلمانوں میں مایوسی اور حوصلہ شکنی پیدا کرنا ........ 76

پاکستان کے لیے امریکہ سے اتحاد جائز نہیں ہے اور نہ ہی افغانستان کے لیے بھارت سے اتحاد جائز ہے ........ 81

سوال وجواب: فاریکس مارکیٹ میں ٹریڈنگ ........ 85

سوال وجواب: سوڈان، ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کی جانب سے الفاشر کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد ........ 90

سونا اور ڈالر کے مابین جاری مخمصہ ........ 99

# امت ایک زندہ حقیقت ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی... اور ہر نئی بیداری سے قبل ایک کٹھن مرحلہ لازمی آتا ہے

عبدالمحمود العامري–ولایہ یمن

اسلامی امت میں جو پھوٹ اور تقسیم واقع ہوئی، یہ کوئی اتفاقیہ امر نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک شدید دھچکے کا نتیجہ تھا جس نے امت کا سر کاٹ کے رکھ دیا تھا، یعنی خلافت۔ امت کا سیاسی نظام ڈھیر ہو گیا، حکومتی ڈھانچہ مفلوج ہو کر رہ گیا، اور اس کے جوڑ جوڑ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ اُمّت ایک بھاری دیوہیکل وجود کی طرح نیچے آن گری، جس کی آنکھیں بے نور ہو کر زمین پر خالی تکتی رہیں اور اس کے برج ڈھے گئے۔ بہت سے جاہل اور غدار لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ قوی ہیکل دیو ہمیشہ کے لئے فنا ہو گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امت کا دل اب بھی دھڑک رہا ہے، نہ تو یہ رکا ہے اور نہ ہی یہ مر گیا ہے۔

خلافت کا خاتمہ تاریخ کا کوئی عام واقعہ نہ تھا بلکہ یہ امتِ مسلمہ پر ہمارے نبی ﷺ کی بعثت کے بعد سب سے بڑی سیاسی تباہی تھی۔ خلافت کی عدم موجودگی کا مطلب اسلامی احکام کا تعطل، حکمرانی سے شریعت کی بے دخلی، امت کی وحدت کا پارہ پارہ ہونا اور امت کی گردنوں کو کافر استعماریوں کے آگے جھکا دینا تھا۔

## خلافت کا انہدام آخر کیسے ممکن ہوا؟

عثمانی خلافت اگرچہ اپنے آخری دور میں کمزور ہو گئی تھی، مگر یہ مسلمانوں کو ایک رایہ کے جھنڈے تلے جمع کرنے والی آخری سیاسی چھتری تھی، جو انہیں اللہ کی شریعت کے مطابق حکمرانی دے رہی تھی اور مسلمانوں کے علاقوں کا دفاع کر رہی تھی۔ بیسویں صدی کے آغاز سے ہی کفار کی طاقتیں، برطانیہ اور فرانس کی قیادت میں اور ان کے مقامی ایجنٹوں کی مدد سے ریاستِ خلافت کا خاتمہ کرنے کی سازشوں میں اکٹھی ہو گئی تھیں۔ ان کا سب سے خطرناک ایجنٹ مصطفیٰ کمال تھا، اس پر اللہ جل جلالہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، جس نے جنگِ عظیم اول کے بعد خلافت کے انہدام کے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنایا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ترک فوج کا کمانڈر قرار دیا اور ایک ''جعلی آزادی'' کی مہم کی قیادت کی۔ پھر خلافت کے خلاف بغاوت کی اور 3 مارچ 1924ء کو ترک پارلیمنٹ کے حکم کے ذریعے خلافت کو باضابطہ طور پر ختم کر دیا۔ تمام وہ لوگ جنہوں نے اس کی مخالفت کی، انہیں یا تو قید میں ڈال دیا گیا یا پھر ملک بدر کر دیا گیا۔

## خلافتِ عثمانیہ کے زوال کی وجوہات میں سے:

ہم کہتے ہیں کہ برطانوی ایجنٹ مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں خلافت کے باضابطہ خاتمے کا فیصلہ محض ایک سیاسی فیصلہ نہ تھا، بلکہ یہ ایک ایسا تہذیبی زلزلہ تھا جس نے امت کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہ اس وقت ممکن ہوا جب کفار نے اس کے خلاف سازش کی اور امت کے

وجود میں پائی جانے والی ان مہلک خامیوں سے فائدہ اٹھایا، یعنی داخلی سطح پر ریاست کی کمزوری، اس کے اداروں کی ٹوٹ پھوٹ، انتظامی کرپشن کا پھیلاؤ، سیاسی و شرعی اجتہاد کی عدم موجودگی، اور ریاست کا صلاحیت اور قابلیت کے بجائے ذاتی وفاداریوں پر انحصار کرنا۔

**شاید ان وجوہات میں سب سے نمایاں یہ ہیں:**

**اسلام کے فہم کی کمزوری:**

مسلمانوں کا اپنے دین کا فہم اس وقت کمزور ہو گیا جب مفاہیم کو عملی زندگی سے کاٹ دیا گیا۔ اسلام بغیر کسی نظامِ حیات کے محض رسومات بن کر رہ گیا۔ خالی وعظ و نصیحت ہی رہ گئے، مگر ان کا عملی اطلاق نہ رہا۔ لوگوں نے اسلام کو ایک مکمل دین اور ریاست کے طور پر سمجھنا چھوڑ دیا۔ شرعی فقہ فقط طہارت اور عبادات تک محدود ہو گئی، جبکہ حکومت، معیشت اور معاشرے کو خواہشات، نفس اور اجنبیوں کی نقالی کے سپرد کر دیا گیا۔ لوگوں کی نگاہ میں اسلام ایک خواب بن کر رہ گیا، اور کج رویاں بڑھتی چلی گئیں۔ مسلمانوں کی زندگیوں میں اسلام محض انفرادی عبادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا، نہ کہ ایک سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام جو کہ نظامِ حیات پر حکمرانی کرتا۔ شریعت کے احکام مٹتے چلے گئے اور شریعت کا نفاذ معدوم ہو گیا۔

**مسلمان ممالک میں مغربی ثقافتی یلغار:**

مغرب نے کوئی گولیاں نہیں برسائی تھیں بلکہ ایسی کتابیں، افکار اور نصاب پھیلائے جنہوں نے مسلمان کے اذہان کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مغرب نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ اس کی تہذیب عقلی ہے اور اسلام ہی سے ماخوذ ہے، اور یہ کہ جمہوریت اسلام کے خلاف نہیں ہے! بعض مفکرین دھوکے میں آ گئے اور امت نے یہ سمجھ کر اپنے دین کو ترک کرنا شروع کر دیا کہ وہ ترقی کر رہی ہے۔ مغرب اپنے افکار اور اقدار کے ساتھ داخل ہوا اور امت کو اس وہم میں مبتلا کر دیا کہ اس کا احیاء مغربی تہذیب سے ہی اخذ کردہ ہے، اور مغرب نے قوم پرستی، جمہوریت اور سیکولرازم کی اقدار کو پھیلایا، یہاں تک کہ بہت سے مسلمان نادانستہ طور پر اپنے استعماری آقاؤں کے ان اسباب کا دفاع کرنے لگے۔ ان مغربی ممالک میں سب سے نمایاں برطانیہ، فرانس اور روس تھے جنہوں نے خلافتِ عثمانیہ کو توڑنے کی منصوبہ بندی کی، علیحدگی پسند تحریکوں کو سہارا دیا اور ہر کمزوری سے فائدہ اٹھایا تاکہ خلافت کو اندر سے ہی ضرب لگائی جا سکے۔

**ایجنٹوں اور جاسوسوں کا کردار**

ان ایجنٹوں میں سب سے نمایاں نام مصطفیٰ کمال کا تھا، جسے 1924ء میں خلافت کو باضابطہ طور پر ختم کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ اس نے اس کام کو "اصلاح اور جدت" کے نام پر انجام دیا، حالانکہ حقیقت میں وہ مغرب کا ایجنٹ تھا جو تباہی کے منصوبے پر عمل پیرا تھا۔

**سیاست کو عسکری شکل دینا:**

عوام کے ساتھ مل کر کام کرنے کے بجائے بعض گروہوں اور لیڈروں نے اقتدار پر قبضے کے لئے فوجی طاقت استعمال کی۔ اس سے جائز قیادت کے شرعی احکام کو زک پہنچی اور یہ مزید تقسیم کا سبب بنے۔ بیعت (خلیفہ کے لیے اطاعت کا عہد) کا تصور بے معنی ہو گیا، خلافت کے لئے درکار صحیح شرائط پوری نہ ہو سکیں اور حالات بگڑنے لگے۔ عوام کمزور ہوتے گئے اور حکمرانوں کا محاسبہ کرنے سے دور ہٹا دیے گئے۔

**خلفاء کی نرمی اور ولایہ کے والیوں کی فکر نہ کرنا،**

جیسا کہ شام اور اندلس میں والیانِ ریاست کو مرکزِ خلافت سے آزاد ہونے کی چھوٹ مل گئی۔ اس سے سیاسی وحدتِ اسلام کی حرمت آہستہ آہستہ ختم ہو گئی اور "علاقائی ریاست" کا تصور پیدا ہوا۔ اس نے مغرب کو یہ موقع دیا کہ وہ 1924ء میں خلافت کے باضابطہ خاتمے کے بعد امت کو مزید تقسیم کر کے اپنے قبضے میں لے۔ یوں امت ایک رکھوالے کے بغیر ٹکڑوں میں بٹ گئی، جس کی نہ تو کوئی ریاست تھی جو اسے متحد کرتی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی فوج تھی جو اس کی مدد کرتی۔

**والیان (گورنروں) کو حد سے زیادہ اختیارات دینا:**

گورنروں کو بے لگام اور وسیع اختیارات دینے سے ان کی خود مختاری کی خواہش بڑھنے لگی۔ وہ آزادانہ فیصلے کرنے لگے اور خلافت کے خلاف ہی بغاوت کرنے لگے۔ اس طرح ولایات چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بدل گئیں اور ریاست کی وحدت بکھر گئی، جس نے اسلام کے دشمنوں کو مداخلت، کنٹرول اور بالآخر تباہی کا موقع فراہم کیا۔ ان کی طاقت اور وسعت کی خواہش نے انہیں آزاد حکمرانوں کی طرح برتاؤ کرنے پر مجبور کیا، جس سے خلافت کی دھاک اور عظمت کو نقصان پہنچا۔

فوجی قیادت سے متعلق اسلامی تصورات کا استعمال، لیکن فکری مفاہیم کا نظر انداز کر دینا، خصوصاً عثمانی فتوحات کے دوران۔ یہاں توجہ فوجی توسیع پر رہی لیکن امت کو اسلام کے فکری اور سیاسی منصوبے پر تربیت نہ دی گئی۔ یوں پیغام کی اصل غایت اور اسلامی دعوت کو لے کر چلنے کا مقصد ہی کھو گیا۔

**اجتہاد کا باب بند کرنا:**

ریاست اور معاشرے کے امور میں اجتہاد کو منجمد کر دیا گیا اور ذہن اسلامی دائرے کے اندر تخلیقی کام انجام دینے سے رک گئے۔

**سائنسی اور صنعتی پسماندگی:**

یورپ آگے بڑھتا گیا جبکہ خلافتِ عثمانیہ پیچھے رہ گئی، جس سے احساسِ کمتری اور اندرونی شکست خوردگی میں اضافہ ہوا۔

**علاقوں کا نقصان اور عدم ردِ عمل:**

دشمنوں نے جرأت کر کے اسلامی ریاست کے علاقے چھین لیے، جیسے ایران، بلقان اور جزیرۂ عرب، اور اس پر کوئی بڑا ردِ عمل نہ ہوا۔ اس سے داخلی اور خارجی سطح پر خلافت کی ساکھ متاثر ہو گئی۔

## امت کے شعور کو مسخ کرنا اور عیسائی فتوحات کی راہ ہموار کرنا:

"انسانیت، تعلیم اور امداد" کے نعروں کے تحت عیسائی مشنری داخل ہوئے، جنہوں نے انتشار پھیلایا اور امت کی اپنی ہی اولاد کو مغربی نظریات، یورپی تعلیم اور لبرل و جمہوری افکار کے ذریعے اس کے اپنے دین اور امت کے خلاف تیار کیا۔ خلافت کو "پسماندہ اور ظالمانہ" بنا کر پیش کیا گیا۔

## قوم پرستی کا ابھار:

عرب، ترک، کرد اور آرمینی اقوام سمیت امت میں قوم پرستی کے جذبات کو بھڑکایا گیا، اور علیحدگی پسند تحریکیں قائم کی گئیں۔ مسلمانوں کے لئے "آزادی" اور "آزادیٔ وطن" کے نعرے لگائے گئے۔ یوں عقیدہ کا رشتہ توڑ کر قومی رشتہ قائم کیا گیا، تاکہ خلافت کو توڑ دیا جائے۔

## یہودی و صہیونی دراندازی:

یہود نے یورپی فنڈنگ، منصوبہ بندی اور تعاون کے ساتھ امت کی تقسیم کے اس منصوبے میں فعال کردار ادا کیا اور داخلی تباہی کے لئے آلہ کار کے طور پر استعمال ہوئے۔

## اسلامی بنیاد پر قائم باشعور سیاسی جماعت کا فقدان:

اس دور میں مسلمان ایسی کسی باضابطہ سیاسی جماعت سے محروم تھے جو امت کو بکھرنے سے روک سکتی یا فوری طور پر دوبارہ کھڑا کر سکتی۔

## مقامی لیڈران کی غداری:

ان میں سب سے نمایاں شریف حسین تھا جس نے نام نہاد "عظیم عرب بغاوت" میں برطانیہ سے اتحاد کیا اور ایک "عرب بادشاہت" کے جھوٹے وعدے کے عوض خلافت کی تباہی میں آلہ کار کے طور پر استعمال ہوا۔

## پہلی جنگِ عظیم:

خلافتِ عثمانیہ نے جنگِ عظیم اول میں جرمنی کا ساتھ دیا اور اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہی وہ جواز تھا جس کی بنیاد پر خلافت کی میراث کو تقسیم کرنے اور پھر جو کچھ باقی تھا اُسے ختم کرنے کا بہانہ بنایا گیا۔ خلافت کی تباہی میں براہِ راست برطانیہ کا کردار سب سے نمایاں تھا، جس نے قوم پرست تحریکوں کو سہارا دیا، ایجنٹ پیدا کیے اور قوم پرستی و "سول ریاست" کے مغربی تصورات کو پھیلایا۔

## خلافت کے خاتمے کے بعد... کس نے غداری کی اور کس نے گمراہ کیا؟

خلافت کے انہدام کے بعد کافر استعمار کے لئے یہ دروازہ کھل گیا کہ وہ امت میں فساد پھیلائیں اور اس کے سیاسی نقشہ کو اپنے مفاد کے مطابق نئے سرے سے مرتب کریں۔ تاریخ اور دستاویزات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قوم پرست اور وطن پرست تحریکوں نے اس

جرم کی کمان سنبھالی۔ امت کی وحدت اور حرمت کا دفاع کرنے کے بجائے انہوں نے غیر ملکی طاقتوں کی خدمت کی، امت کو تقسیم کیا اور ”آزادی“ اور ”خود مختاری“ کے نام پر اسلام سے ہی جنگ لڑی۔

سیاسی متفقہ رائے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ تحریکیں، عرب، فارسی، ترک قوم پرست، اور ”قومی آزادی“ کے علمبردار وغیرہ، ان کی حیثیت استعماری طاقتوں کے ہاتھوں آلہ کار بنے رہنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ انہوں نے ان کے منصوبے نافذ کیے، باہمی نفاق کے بیج بوئے اور ایسی حکومتوں کو جواز فراہم کیا جنہیں اسلام سے کوئی سروکار نہ تھا۔ خلافت کے خاتمے کے پس پردہ خفیہ راز یہ عیاں کرتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی اور مقامی سطح پر کس قدر بڑی سازش تیار کی گئی تھی۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ رونما ہوا وہ محض ایک سیاسی تبدیلی نہ تھی بلکہ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ایک سوچی سمجھی ہوئی سازش تھی۔ ان خفیہ رازوں میں سب سے اہم یہ ہیں:

### ایجنٹوں کو قوم پرست بنا کر پیش کرنا:

برطانیہ کی قیادت میں مغرب نے خلافت کو یونہی براہِ راست ختم نہیں کر دیا بلکہ ”قوم پرستی“ کے لبادے میں ایجنٹ پیدا کیے، جیسے مصطفیٰ کمال، جنہیں ”آزادی اور خود مختاری“ کے علمبردار کے طور پر پیش کیا گیا۔ در حقیقت وہ اسلامی حکم کو ختم کرنے کے منصوبے پر عملدرآمد کرنے والے آلہ کار تھے۔ پسِ پردہ تو برطانیہ ہی تھا جبکہ مصطفیٰ کمال اور اس کے کارندے برطانیہ کے معاون تھے۔ برطانوی دستاویزات ثابت کرتی ہیں کہ مصطفیٰ کمال نے ان کے ساتھ براہِ راست رابطہ رکھا اور اسے برطانیہ کی بھرپور مدد حاصل تھی۔ حتیٰ کہ آج بھی بعض مغربی سیاستدان یہ اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے خلافت کو مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ختم کروایا تھا۔

### مغرب کا قوم پرست اور سیکولر تحریکوں سے اتحاد:

امت کی وحدت کو ختم کرنے کے لئے ترک اور عرب قوم پرستی کو ہوا دی گئی۔ قوم پرستی نے ٹکڑوں میں بانٹ دیا جبکہ خلافت نے وحدت دی تھی۔ ان تحریکوں کو مالی امداد، ذرائع ابلاغ اور تربیت فراہم کی گئی۔ امتِ مسلمہ کی تاریخ کی سب سے بڑی تباہی دراصل انہی منافق ایجنٹوں کے ہاتھوں عمل میں آئی، جو قوم پرستی اور وطن پرستی کے بھیس میں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے امت کے حصے بخرے کر دیئے، اور ایک متحد ریاست کو کسی قیادت، عزم، اور عزت کے بغیر بے سروسامان اکائیوں میں بدل ڈالا۔

### سیاسی وار سے پہلے فکری حملہ:

خلافت کو ختم کرنے سے قبل، مسلمانوں کے ذہنوں میں خلافت کے تصور کو بگاڑ دیا گیا۔ دین اور ریاست کی جدائی کو فروغ دیا گیا، جہاد، شوریٰ اور خلافت کے معانی کو اس قدر مسخ کر دیا گیا کہ مسلمان ان کی قدر و قیمت کو سمجھنا چھوڑ بیٹھے۔

### خلافت کے خاتمے کا وقت سوچ سمجھ کر منتخب کیا گیا:

پہلی جنگِ عظیم کے بعد جب خلافتِ عثمانیہ تھک چکی تھی، اس کے علاقوں پر قبضہ ہو گیا تھا اور معاہدۂ لوزان کی ذلت مسلط کر دی گئی تھی، تو انہوں نے مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 3 مارچ 1924ء کو خلافت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔

**علماء کی خاموشی اور ناکامی:**

بہت سے علماء خاموش رہے، کچھ نے تو اس عمل کو جائز قرار دے دیا، اور کچھ فروعی مسائل میں الجھے رہے جبکہ اسلام کا سر کاٹا جا رہا تھا۔ چند علماء نے خلافت کے خاتمے کی مذمت کی مگر جلاوطن یا قتل کر دیے گئے۔

**خلافت کے خاتمے کے بعد اسلام کو دبانا اور اس کے سرچشمے خشک کرنا:**

خلافت کے خاتمے کے بعد مصطفیٰ کمال نے دینی مدارس بند کر دیے، مساجد کو عجائب گھر میں بدل دیا، عربی میں اذان دینے پر پابندی لگا دی، قرآن کو لاطینی رسم الخط میں لکھوایا، عوامی سطح پر حجاب کو ختم کیا اور شریعت کی جگہ سوئس قانون نافذ کر دیا!

**امت کے دوبارہ ابھرنے کا خوف:**

مغرب جانتا ہے کہ اسلام کبھی فنا نہیں ہو پائے گا، اسی لئے ضروری تھا کہ خلافت کو ختم کر دیا جائے اور اس کے قیام کے لئے کام کرنے والوں سے جنگ کی جائے تاکہ وہ نئی ابتدا نہ کر سکیں۔ آج بھی مغرب خلافت کے ذکر سے ہی کانپ اٹھتا ہے۔

کئی تحریکوں نے خلافت کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام ہوئیں، کیونکہ انہوں نے اسلامی طریقہ اختیار کئے بغیر قوم پرستی، وطن پرستی، سیکولرازم یا جمہوریت کے راستے پر چل کر امت کے احیاء کی کوشش کی۔ یہ سب کوششیں بیکار ثابت ہوئیں، بالکل ایسے جیسے کوئی کسی زندہ انسان کی میراث تقسیم کرنے لگے!

بنیادی اصول یہ ہے کہ شریعت کا طریقہ سب سے اولین ہے۔ وہ عمل جو اللہ ﷻ کے حکم پر مبنی نہ ہو، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«كُلُّ عَمَلٍ لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»** **"ہر وہ عمل جو ہمارے حکم پر مبنی نہ ہو، وہ مردود ہے"** (صحیح مسلم)۔ یہ صریح نبوی اصول اس دروازے کو بند کر دیتا ہے جو اسلامی طریقہ اور شریعت کے علاوہ کسی اور عمل کی طرف کھلتا ہے، چاہے وہ بظاہر کتنا ہی مفید یا شاندار کیوں نہ لگے۔ یہی وہ معیار ہے جس پر امت اپنے اعمال، تحریکوں، منصوبوں بلکہ نیتوں تک کو پرکھتی ہے۔

اگر ہم دیانت داری سے ان تمام قومی، علاقائی اور قوم پرستانہ تبدیلی کی تحریکوں کا جائزہ لیں جو ماضی میں اٹھیں اور آج بھی سرگرم ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انحراف صرف نتائج میں ہی نہیں بلکہ بنیادوں اور طریقہ کار میں بھی ہے۔ یہ تحریکیں نہ تو اللہ ﷻ کے لئے اخلاص رکھتی تھیں جیسا کہ وہ ظاہر کرتی ہیں، اور نہ ہی اسلامی عقیدہ سے پھوٹی تھیں۔ بلکہ یہ مغربی استعماری افکار سے پیدا ہوئیں، اور مغرب زدہ لوگوں نے انہیں مزین کیا تھا۔

وہ تحریکیں خود دلدل میں کھڑے ہو کر اسے بدلنا چاہتی تھیں، مگر خود اسی میں ہی ڈوب گئیں۔ یہ معاملہ کسی دوسرے رائے کا احترام کرنے یا کسی کی کوششوں پر فیصلہ دینے کا نہیں ہے بلکہ یہ واضح کرنے کا ہے کہ ان کا طریقہ کتنا انحراف پر مبنی ہے، ان کا منہج کتنا غلط ہے اور ان کے انجام کا خطرہ دنیا و آخرت میں کتنا بڑا ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ ان کے پیروکار جو ابھی تک الجھے ہوئے ہیں، حقیقت کو جان سکیں، سیدھی راہ پر لوٹ آئیں اور توبہ کریں، اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔ کیونکہ یہی وہ ہیں جنہوں نے اس سرمایہ دارانہ نظام کی عمر بڑھائی ہے اور اب بھی بڑھا رہے ہیں۔

اگرچہ اسلامی تحریکوں کے بعض افراد نے اچھی نیت اور کچھ کوشش تو کی، مگر منہج کی غلطیوں، جاہلی نظاموں کی طرف جھکنے یا کافر عالمی نظام کے آلہ کاروں میں ضم ہو جانے کی وجہ سے اپنی سمت کھو بیٹھے۔ یہ تحریکیں مختلف منہج اور وژن کے ساتھ ابھریں:

- اصلاحی تحریکیں: جو موجودہ حقیقت کو جڑ سے بدلے بغیر بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔
- تصوف اور عبادات پر مبنی تحریکیں: جنہوں نے خود کو سیاست سے الگ رکھا ہوا ہے۔
- جہادی تحریکیں: جنہوں نے غلطیوں کا مقابلہ تو کیا مگر مکمل سیاسی منصوبے کا فقدان رہا۔
- آئینی تحریکیں: جو ظالم حکمرانوں کے ساتھ مل گئیں۔

•وہ انقلابی تحریکیں: جو بیدار سیاسی بصیرت کی عدم موجودگی کی وجہ سے مطلوبہ تبدیلی لانے میں ناکام رہیں۔

•روایتی تحریکیں، جیسے سلفیت اور جمعیت برائے احیائے ورثہ۔

یہ حقیقت جس میں ہم آج جی رہے ہیں کسی سطحی تبدیلی کی نہیں بلکہ انقلابی تبدیلی کی متقاضی ہے۔ درحقیقت، امت میں اس طرز پر صرف حزب التحریر ہی کام کر رہی ہے۔ یہ جماعت 1950ء کی دہائی میں جامعۃ الازہر کے عالم اور فقیہ شيخ تقي الدين النبهاني رحمہ اللہ نے قائم کی۔ حزب نے اسلامی ریاست کے قیام میں رسول اللہ ﷺ کے منہج کو اختیار کیا، جو کہ ہتھیار اٹھانے یا موجودہ کفریہ نظاموں کا سہارا لینے کی بجائے سیاسی بیداری پیدا کرنے، اپنے شباب اور عوام کی تربیت کرنے، اور اہلِ قوت و نصرۃ یعنی فوجی طاقت اور حفاظت رکھنے والوں سے نصرۃ طلب کرنے پر مرکوز تھا۔ حزب نے کسی بھی قسم کے سمجھوتے یا رعایت کو مسترد کر دیا، اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو اپنے عملی راستے کا رہنما بنایا: **«يَا عَمِّ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرَ فِي شِمَالِي عَلَى أَنْ أَتْرُكَ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يُظْهِرَهُ اللَّهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ» "اے چچا! اللہ کی قسم، اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں اس شرط پر کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں، تو بھی میں اسے ہرگز نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس میں فنا ہو جاؤں"**۔ اگرچہ ایجنٹ حکومتوں نے سنجیدہ اسلامی عمل کی تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش کی، ایسے معتدل مذہبی گروہ پیدا کیے جو حکومتوں کی حمایت کریں، حقیقی تبدیلی کو روکیں اور حق کی دعوت دینے والوں سے لڑیں، لیکن حزب التحریر اپنے اصولوں پر ثابت قدم رہی۔ حزب نے اپنے منہج میں نہ تو کوئی تبدیلی کی، نہ جھکاؤ دکھایا، اور نہ ہی کسی دباؤ کے آگے

جھکی، چاہے وہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو۔ حزب نے اپنے منہج کا شرعی جواز ان حکمران حکومتوں سے نہیں لیا بلکہ صرف اسلام سے ہی لیا ہے۔

لہٰذا ہر وہ عمل جو اللہ جَلَّ جَلَالُہُ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق نہ ہو، پس وہ مسترد ہے۔ خالص اسلامی منہج ہی نقطہ آغاز، سمت نما اور راستہ ہونا چاہیے۔ اب بس بہت ہو چکا کہ امت گمراہی کے راستے پر بھٹکتی رہے اور استعماری نگرانی میں الجھتی رہے۔ اسلامی امت پر خلافت کے خاتمے کی جو تباہی نازل ہوئی وہ یونہی اچانک رونما ہونے والا کوئی واقعہ نہ تھا، بلکہ اس سے پہلے زوال کو روکنے کی کئی کوششیں بھی ہوئیں۔

تاہم یہ سب کوششیں ایک بنیادی وجہ سے ناکام ہوئیں: درست فکر، صحیح منہج اور شرعی سیاسی بصیرت کا فقدان ہونا۔ شیخ تقی الدین النبھانی رحمہ اللہ اپنی کتاب التكتل الحزبي میں بیان کرتے ہیں: "تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) سے بہت سی اصلاحی تحریکیں ابھریں... لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکیں، اگرچہ انہوں نے اپنے بعد آنے والوں پر کچھ اثر چھوڑا"۔

**ان تحریکوں کی ناکامی کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی:**

- وہ کسی واضح اور مخصوص فکر کی بنیاد پر نہ تھیں۔
- انہوں نے سیدھا اور درست طریقہ اختیار نہ کیا۔
- وہ باشعور افراد کی قیادت میں نہ تھیں۔
- ان کے افراد کسی مضبوط شرعی رشتہ پر مجتمع نہ تھے۔

کچھ اسلامی تحریکوں نے بجائے اس کے کہ وہ بگڑے ہوئے حقائق کو حق کے ساتھ تبدیل کرتیں انہوں نے اسلام کو ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی اور اسے انسان کے بنائے ہوئے نظاموں کے تسلسل کو جواز دینے کے لئے بھی استعمال کیا۔ لہٰذا اسلامی عمل کے پورے ڈھانچے کا انقلابی جائزہ لینا صرف فلاح و بہبود نہیں بلکہ اب ایک انتہائی ضرورت بن چکا ہے۔ اسلام کا حقیقی دشمن خلافت کے حکمرانی کے منظرنامے پر واپسی سے آگاہ ہو چکا ہے، جیسا کہ نیتن یاہو نے اعلان کیا جب اس نے کہا: "ہم نہیں چاہتے کہ بحیرۂ روم کے ساحلوں پر ایک خلافت قائم ہو"، اور ایسے ہی بیان اس سے پہلے کے اسلام کے دشمن بھی کہہ چکے ہیں۔ مغربی لیڈران، جن کی قیادت یہ خبیث نیتن یاہو کر رہا ہے، ان کے ان بار بار دیئے جانے والے بیانات کے تناظر میں یہی نظر آتا ہے کہ خلافت کے قیام کی ان کی دوٹوک مخالفت اور اسلام کی ایک متحد سیاسی قوت کے طور پر واپسی سے ان کے گہرے خوف بالکل عیاں ہیں۔ نیتن یاہو کا حالیہ دہرایا جانے والا بیان کہ "اسرائیل شمالی یا جنوبی سرحدوں پر یا مغربی کنارے میں اسلامی خلافت کے قیام کی اجازت نہیں دے گا"، اور اس بات پر زور دینا کہ "اس کی حکومت اس معاملے میں پیچھے نہیں ہٹے گی اور نہ ہی جھکے گی"، اپنی نوعیت کا پہلا بیان نہیں، کیونکہ مغربی رہنما پہلے بھی اسلامی خلافت کی واپسی کے خوف کا اظہار کر چکے ہیں۔ مثال کے طور پر، 16 جولائی 2005ء کو سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی

بلیئر نے خبردار کیا تھا کہ: "وہ اسرائیل کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہیں، مسلم ممالک سے تمام مغربی لوگوں کا انخلاء، خواہ عوام اور حکومت کی خواہش کچھ بھی ہو؛ طالبان نما ریاستوں اور عرب دنیا میں شریعت کے نفاذ کا قیام جو کہ ایک ایسی خلافت کی راہ پر ہو جو تمام مسلم ممالک کو اس میں شامل کرے"۔ 11 دسمبر 2002ء کو روسی صدر ولادیمیر پوٹن نے تشویش ظاہر کی تھی کہ: "وہ مذہبی انتہا پسند اور عالمی دہشت گرد ہیں۔ ویسے، میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ روسی فیڈریشن کی سرزمین پر خلافت کا قیام ان کے منصوبے کا صرف پہلا حصہ ہے۔ حقیقت میں، اگر آپ اس محور کی صورتحال پر نظر رکھیں تو آپ اس بات سے لاعلم نہیں رہ سکتے کہ ان شدت پسندوں نے اپنے لئے اس سے کہیں زیادہ دوررس اہداف مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ ایک عالمی خلافت کے قیام کی بات کرتے ہیں"۔

یہ بار بار کے بیانات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ لیڈران اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلامی خلافت ان کے مفادات کے لئے ایک حقیقی خطرہ ہے اور یہ امت کو ایک رایہ کے جھنڈے تلے دوبارہ یکجا کر سکتی ہے، اور اس طرح سے عالمی سطح پر اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کو مضبوط کر سکتی ہے۔

اس کے برعکس، یہ مغربی خدشات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلامی خلافت کا تصور کوئی دور کا خواب نہیں بلکہ ایک حقیقت پسندانہ منصوبہ اور ایک شرعی فریضۂ الٰہی ہے جسے مسلمان اپنی شاندار تاریخ اور اپنے سچے دین کی تعلیمات کی بنیاد پر حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے مومن بندوں سے فتح کا وعدہ کیا ہے: ﴿**وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ**﴾ **"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا۔"** [النور: 24:55]

لہٰذا خلافت کے منصوبے کو ناکام بنانے کی مغرب کی تمام کوششیں ناکام ہوں گی، کیونکہ اللہ کی مشیت سب پر غالب ہے اور اس لیے بھی کہ اسلامی امت اپنی بیداری دوبارہ حاصل کرنے لگی ہے، اپنی غفلت سے جاگنے لگی ہے اور اپنے اتحاد کے قیام اور اپنی عظمت و عزت کی بحالی کی طرف بڑھ رہی ہے۔

امت اس وقت تک اپنی نشاۃ ثانیہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ اسلامی فکر، طریقہ کار اور تعلق کو نہ سمجھے اور بصیرت و آگاہی کے ساتھ اسلام کو بطور ریاست قائم کرنے کے لیے کام نہ کرے۔ ہماری نشاۃ ثانیہ صرف اسلام اور اس منہج کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے قیام کے لئے اپنایا، نہ کہ قوم پرست حکومتوں یا گمراہ کن پکاروں کے ذریعے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ قوم پرست اور وطنی تحریکیں دراصل استعمار کے آلہ کار ہیں اور امت کے پہلو میں ایک خنجر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خلافت کے خاتمے کے بعد سے نفاق و تقسیم کی تلوار امت کے بدن کو مسلسل گھاؤ لگا رہی ہے۔ یہ نہ کوئی اتفاق تھا اور نہ ہی کوئی ناگزیر

تقدیر، بلکہ یہ ایک دانستہ سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا جسے استعماری طاقتوں نے قوم پرست اور وطنی تحریکوں کے ذریعے سرانجام کیا۔ انھی تحریکوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے اور ان کی واحد ریاست کو پاش پاش کرنے میں سب سے نمایاں کردار ادا کیا۔

کئی غیر جانبدار محققین، جنھیں تاریخ کے پس منظر کا شعور ہے، اس بات کی نشاندہی کر چکے ہیں کہ یہ تحریکیں دراصل ایک استعماری تخلیق تھیں، جن کا مقصد سیاسی اسلام کو ختم کرنا اور اس کی جگہ ایک مسخ شدہ متبادل پیش کرنا تھا جو قومیت اور مصنوعی سرحدوں کی بنیاد پر تھا۔ ان لوگوں نے کوئی حقیقی وطن قائم نہیں کیے، بلکہ ایسے عملی کارآمد ادارے کھڑے کئے جو دشمن کے مفاد میں اور امتِ مسلمہ کے نقصان میں تھے۔ یہ تحریکیں، جو امت کو آزاد کرانے اور قیادت کا دعویٰ کرتی تھیں، دراصل کافر مغرب کے مسلط کردہ نظام کو قبول کر بیٹھیں۔ یہ امت کے پہلو میں محض خنجر ہی ثابت ہوئیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے اتحاد سے انحراف کیا اور خلافت کی بحالی کے لئے کام کرنے والوں سے اپنے ظالم حکمرانوں کے اشاروں پر لڑائی کی۔

مزید برآں، جہالت، بدعنوانی اور غلامی عام ہوگئی... ایک صدی تک مسلمانوں کی سرزمینوں پر مکمل تسلط کے بعد، جبکہ مسلمان، کافر مغرب کی تہذیبوں سے ہی پروان چڑھ رہے تھے، کافر مغرب مسلمانوں کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ انہوں نے امت کو کیا دیا؟ اور مسلمانوں نے اپنی پرورش کرنے والی ماں کو کھونے کے بعد کیا کھویا؟

**مختصر جواب:**

1- انہیں "دنیا کے پست ترین" کے طور پر درجہ بند کرنا: کافر مغرب نے ان سب مصنوعی قومی ریاستوں کو "تیسری دنیا کے ممالک" کے طور پر درجہ دیا، جو ترقی کے قابل نہیں، اقتصادی طور پر تباہ حال، سائنسی یا صنعتی طور پر غیر پیداواری اور کسی تہذیبی افق یا نشاۃ ثانیہ کے منصوبے کے بغیر ہیں۔ یعنی وہ کمزوری اور ذلت میں مبتلا ہو گئے، ترقی کے قابل نہ رہے اور کسی حقیقی نشاۃ ثانیہ کے منصوبے کے بغیر انحصار کرنے کے مدار میں ہی گھومتے رہے۔

2- عظیم غداری: مسلمانوں کی حکومتوں نے کبھی امت کے دشمنوں سے جنگ نہیں کی۔ اس کے برعکس انہوں نے یہودی وجود کی حفاظت کی، اسے امت کے مال سے سہارا دیا، اور دشمن کے بجائے ہر مجاہد اور ہر داعی کو، جو کتاب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتا تھا، اسے اپنا نشانہ بنایا۔ ان مصنوعی ریاستوں میں سے کوئی بھی امت کے دشمنوں کے ساتھ کسی سنجیدہ جنگ میں نہیں اتری۔ اگر ان کی افواج کبھی حرکت میں آئی بھی تھیں تو یا اپنے تخت بچانے کے لئے، یا اپنی ہی عوام کو کچلنے کے لئے، یا پھر ایسی مرتب شدہ نمائشی جنگوں میں جو کفار کے اثر و رسوخ میں اضافے اور مسلمانوں کی مزید تقسیم پر منتج ہوئیں۔ یہی ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں، اور اس کی سب سے بڑی دلیل غزہ میں یہودی وجود کے مکمل محاصرے اور نسل کشی پر ان حکومتوں کا شرمناک سکوت ہے۔

3-اسلام کے سرچشموں کو خشک کرنا: انہوں نے حقیقی تبدیلی کے داعیان کے خلاف ایک ناقابل تسخیر رکاوٹ کی طرح کھڑے ہو کر، شریعت کے قیام کی ہر اسلامی کوشش کو بدنام کیا، اور سیاسی و سماجی فساد کو جائز قرار دیا، جیسے اخلاقیات اور دین کی تباہی۔ ترکِ صلاۃ کرنے والوں اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کی تعداد بڑھ گئی، اور بے حیائی و بدکاری کی شرح عروج پر جا پہنچی۔ ہر قسم کا شر و فساد اس حد تک پھیل گیا اور یہاں تک کہ اسلام اپنی ہی سرزمین میں اجنبی ہو گیا اور اعتدال، میانہ روی اور توازن کے نام پر اس سے لڑائی کی جانے لگی۔

4-اقتصادی تباہی اور مالی کرپشن: ان حکومتوں کی معیشت سودی قرضوں سے تباہ ہو گئی، بیروزگاری بڑھ گئی، امت کے خزانے لوٹ کر ناقابل واپسی طور پر مغربی بینکوں میں جمع کرا دیے گئے، بغیر کسی پیداوار، بغیر کسی خود کفالت اور بغیر کسی حقیقی صنعت کے۔ صرف ذلت آمیز اور شرمناک انحصار باقی رہ گیا۔ کرنسیاں گر گئیں، بیروزگاری پھیل گئی، قرضے بڑھ گئے اور عوامی فنڈ لوٹ لئے گئے، جبکہ امت کے وسائل استعماری مفادات کی خاطر لوٹ لئے گئے۔

اور امت اپنے اصل مقام پر اس وقت تک واپس نہیں آسکتی جب تک کہ ان حکمرانوں کو مسترد نہ کرے اور یہ تحریکیں ایک مخلص اور باشعور قیادت کے تحت اسلام کے منصوبے کی طرف واپس نہ آئیں، جو بصیرت کے ساتھ اسلام کو لے کر چلے، جیسا کہ ہمارے رب نے حکم دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿قُلْ هَـٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِي ۖ﴾ **"کہہ دو یہ ہے میرا راستہ، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ، میں بھی اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی"**[یوسف: 108]

5-سماجی ڈھانچے کو بگاڑنا: ان حکومتوں نے فرقہ واریت اور علاقائیت کی آگ بھڑکائی اور ایسے جابرانہ خفیہ اداروں کے ذریعے امت کے طبقات کے درمیان بدگمانی اور بے اعتمادی پھیلائی، جو امت کی حفاظت کے بجائے نظام کی حفاظت کرتے ہیں۔

6-مغرب کے سامنے مکمل سر تسلیم خم: مسلمانوں کے حکمران سب مغربی استعمار کے سائے تلے کام کرتے رہے، انہوں نے اس کے فیصلوں اور احکامات کی تعمیل کی اور امت کی تقدیر کو کافر تنظیموں جیسے اقوام متحدہ اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے ساتھ جوڑ دیا۔ آج مسلمان ذلت اور غلامی میں ڈوبے ہوئے ہیں، رویبضہ حکمرانوں کے زیر تسلط ہیں جنہوں نے ان کے ممالک کو تقسیم کیا، ان پر آہنی ہاتھ سے حکومت کی اور انہیں بدترین اذیتوں میں مبتلا کیا۔ ان حکمرانوں نے نیک و متقی لوگوں پر ظلم کیا، ایمانداروں اور دین کی نصرۃ کرنے والوں کو گرفتار کیا اور ملک کو کافر ریاستوں کے اڈے میں تبدیل کر دیا۔ مسلمان صرف مُردوں اور مہاجرین کی فہرست میں اعداد و شمار بن گئے اور تیسری دنیا کا حصہ شمار کئے جانے لگے۔ مسلمان عالمی مالیاتی فنڈ اور کفر کے سرغنہ، امریکہ کی قیادت میں ظالم کے متحدہ قانون کے ذریعے کنٹرول کیے گئے۔ مسلمانوں کی اب ان کی اقوام اور ریاستوں میں کوئی حیثیت نہیں رہی، حالانکہ مسلمانوں کی ریاست کئی صدیوں تک دنیا کی صفِ اول کی ریاست رہی تھی۔

مغرب نے خلافت کے خاتمے کے بعد جو جماعتیں اور ادارے پیدا کیے، وہ تباہ کن ریاستیں ہیں، نہ نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بننے کے قابل ہیں اور نہ ہی اسلامی حکم کے لیے پناہ گاہ۔ بلکہ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے اور ان کے ملبے پر خلافتِ ثانیہ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ قائم کرنی چاہیے۔

صرف خلافت ہی امت کو متحد کر سکتی ہے، اس کی کھوئی ہوئی عزت و وقار کو بحال کر سکتی ہے، عدل قائم کر سکتی ہے اور مظلوموں کی مدد کر سکتی ہے۔ خلافت کے خاتمے کے ہولناک نتائج سب پر واضح ہیں، جن میں سب سے نمایاں یہ ہیں:

1- امت کا شیرازہ بکھر جانا، یعنی پچاس سے زائد کمزور قومی اکائیوں میں بٹ جانا، جو سائیکس-پیکو معاہدے کے تابع ہیں۔ اسلامی امت کے اتحاد کا بکھر جانا اس کی طاقت کو کمزور کر گیا اور اسے بیرونی مداخلت کا شکار بنا دیا۔

2- اسلامی حکم کا فقدان، مغربی وضعی قوانین کی بالادستی اور تمام شرعی احکام کی معطلی نے کسی احتساب یا نگرانی کے بغیر ظلم، فساد اور خونریزی کو عام کر دیا۔

3- مسلمانوں کے مال و دولت کی لوٹ مار اور ان کی سرزمینوں کی پامالی، فلسطین سے لے کر عراق، شام اور یمن تک، بالخصوص تیل اور معدنیات۔ یہ وسائل ان کے منصوبوں کی مالی اعانت کے لئے استعمال ہوئے جبکہ امت کے لوگ غربت اور محرومی کا شکار رہے۔

4- اسلامی شناخت کا ضیاع اور سیکولر قومی و وطنی نظریے کی بالادستی، جس نے اسلامی ولاء و براء کو تار تار کر دیا۔

5- اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کی رسی کو تھامنے سے انکار نے مسلمانوں کو تقسیم کر دیا، حالانکہ اللہ جَلَّ جَلَالُهُ ہمیں پکارتا اور تاکید کرتا ہے کہ:

**﴿وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْ﴾ "اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ نہ ڈالو"**

[آل عمران؛3:103]

6- سیاسی خود مختاری کا ضیاع: مسلم ممالک کی ایجنٹ ریاستیں اپنے سیاسی و معاشی فیصلوں میں مغرب کی غلام بن گئیں اور اپنی عوام کے مفاد میں آزادانہ فیصلے کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھیں۔

7- فلسطین ضائع ہو گیا۔

8- مسلمان عورت نے وہ حقوق کھو دیے جو اسلام نے اسے دیئے تھے، اور وہ استحصال، امتیازی سلوک اور تجارت کی جنس بن کر رہ گئی۔

9- مخلص علماء اور داعیان کے کردار کو کمزور کرنا اور سرکاری علماء کا مقام بلند کرنا، جس نے امت کو گمراہی میں ڈال دیا۔

10- اسلامی امت نے اسلام کو پھیلانے اور اس کی دعوت دینے کا کردار کھو دیا، اور داعی بننے کے بجائے غیر کے داعیوں کی مخاطب بن گئی۔

صرف یہی نہیں بلکہ دیگر بے شمار ایسے معاملات ہیں جن میں خلافت کی عدم موجودگی کے باعث ہم نے بہت سا خسارہ اٹھایا ہے، اور ان سب کو یہاں قلمبند کرنا ممکن نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ١٥ وَأَكِيدُ كَيْدًا ١٦ فَمَهِّلِ ٱلْكَٰفِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًۢا ١٧**﴾ **"یقیناً وہ چالیں کر رہے ہیں * اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں * پس تو کافروں کو ڈھیل دے، انہیں کچھ وقت دے"**[الطارق:15-17]

کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان حکومتی نظاموں پر بھروسہ کرے یا ان کے نعروں سے دھوکہ کھائے۔ بلکہ اسے چاہیے کہ ان کو کٹہرے میں کھڑا کرے، ان کو رد کرے اور صرف اسلام کے منصوبے، خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے منصوبے کو اپنائے۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا: ﴿**وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ**﴾ **"اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا"**[الحج:40]

شرعی اور سیاسی فرض یہ ہے کہ ہر مسلمان سخت محنت کرے تاکہ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کو دوبارہ قائم کرے، جس کی واپسی کی بشارت رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دی ہے۔

آج جو بیداری امت میں پیدا ہو رہی ہے، وہ خلافت کی ولادت کی تمہید ہے، اور یہ مصیبتیں جو ہم سہہ رہے ہیں، یہ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ کی سنت کا حصہ ہیں جو تبدیلی کے لیے ہے۔ اے امتِ اسلام کے بیٹو اور بیٹیو! اللہ جَلَّ جَلَالُہُ کی عظمت سے مایوس نہ ہو، اور ان پر یقین نہ کرو جو تمہاری موت کا اعلان کرتے ہیں۔ اٹھو اور ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ جو نیک اعمال کرتے ہیں تاکہ امت کے سر کو اس کے بدن سے جوڑا جائے، خلافت اٹھ کھڑی ہو، عزت واپس آئے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہُ کا وعدہ پورا ہو۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا: ﴿**وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي ٱلْأَرْضِ**﴾ **"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا"**[النور؛24:55]۔ اور اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا، ﴿**إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ**﴾ **"یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی ضرور مدد کریں گے"**[غافر؛40:51]، اور اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے فرمایا: ﴿**وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ١٧٣**﴾ **"اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا"**[الصافات؛37:173]

فہرست

# تفسیر سورۃ البقرۃ (283)

جلیل القدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾

**"اور اگر تم سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا مل نہ سکے تو (کوئی چیز) رہن یا گروی رکھ لو قبضہ میں دی ہوئی، اور اگر تم کو ایک دوسرے پر اطمینان ہو (یعنی رہن کے بغیر قرض دیدے) تو امانتدار کو چاہیئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کردے اور اسے اپنے رب سے ڈرنا چاہیے۔ اور گواہی کو مت چھپاؤ۔ اور جو اسے چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے"۔**

(البقرۃ: 2:283)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ واضح فرمارہے ہیں کہ اگر قرض کا لین دین کرنے والے لوگ حالتِ سفر میں ہوں اور سفر کے دوران کوئی ایسا شخص نہ پائیں جو ان کے قرض کو لکھ سکے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا متبادل یہ رکھا کہ قرض دینے والا قرض لینے والے سے کسی چیز کو بطور رہن (گروی) اپنے قبضے میں لے، تاکہ قرض کی ضمانت حاصل ہو سکے۔

اگر وہ (قرض کا لین دین کرنے والے) ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہوں تو پھر کسی (قرض کو) لکھنے والے، گواہ یا رہن (گروی) کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اس صورت میں قرض لینے والے پر لازم ہے کہ وہ اس شخص کے بارے میں، جس نے اس پر بھروسہ کیا ہے، اللہ سے ڈرے، اور دیانت داری سے اس کا حق واپس کرے۔ اسے چاہیے کہ قرض دینے والے کو بار بار تقاضا کرنے پر مجبور نہ کرے، بلکہ اس کے احسان کو یاد رکھے اور خوش دلی واحسان مندی کے ساتھ اس کا حق واپس کرے۔

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں گواہی نہ چھپانے کی تاکید فرماتے ہیں، کیونکہ یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ یہ واضح فرما دیتے ہیں کہ وہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے، اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو بھی اللہ سے کچھ چھپ نہیں سکتا، کیونکہ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ زمین و آسمان میں ایک ذرے کے برابر شے بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ **"اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے"**۔ وہ تمہیں تمہارے ہر عمل کا بدلہ دے گا؛ اگر تم نیکی کروگے تو نیکی کا اجر دے گا، اور اگر برائی کروگے تو برائی کا بدلہ ملے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ﴾ **"اور اگر تم (دونوں) سفر میں ہو"** یعنی اگر تم مسافر ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَرِهَٰنٌ﴾ "رہن (گروی رکھی ہوئی چیزیں)" لفظ (رِھان) "رہن" دراصل رَہْن (گروی) کی جمع ہے، اور یہ لفظ اصل میں مصدر (اسم مصدر) ہے، پھر اسے اسم مفعول (مفعولی معنی میں) پر محمول کرتے ہوئے گروی رکھی جانے والی چیزوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَّقْبُوضَةٌ﴾ "قبضے میں دی گئی" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رہن (گروی چیز) کو قرض دینے والے کے قبضے میں دے دیا جائے تاکہ وہ اسے بطور ضمانت رکھ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَلَمْ تَجِدُواْ كَاتِبًا فَرِهَٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ "اور اگر تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن (گروی) رکھ لو"۔**
اس کا مطلب یہ ہے کہ سفر کے دوران جب کوئی کاتب میسر نہ ہو تو قرض کے اندراج کے بدلے میں گروی رکھنا متبادل کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے ایسی صورتحال میں شرعی حکم، رہن (گروی رکھنا) مندوب ہے، بالکل اسی طرح جیسے قرض لکھوانے کا حکم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے: اگر سفر کے دوران قرض کو لکھنا مندوب ہے اور رہن رکھنا بھی مندوب ہے، تو کیا ایسی صورت میں جب سفر کے دوران کوئی کاتب (لکھنے والا) موجود ہو، تو کیا رہن رکھنا جائز ہے؟ یعنی کیا کاتب کے موجود ہونے کے باوجود سفر میں رہن رکھنا درست ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز ہے، لیکن اس صورت میں رہن (گروی رکھنے) کا حکم اباحت (یعنی صرف جائز ہونا) ہے، نہ کہ مندوب ہونا۔

اس کی دلیل یہ ہے:

(الف) مقیم حالت (حضر) میں: اگر ادھار پر خرید و فروخت کا لین دین کرنے والے دونوں فریق اس قرض کو لکھوانا نہ چاہیں جیسا کہ آیتِ مبارکہ میں قرض کا لین دین کرنے والوں کے لئے طریقہ بیان کیا گیا ہے، تو ان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ آپس میں جو بھی شرط رکھنا چاہیں رکھ سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ شرط شریعت کے کسی حکم کے خلاف نہ ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ادھار پر مال بیچتا ہے، تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ خریدار سے کسی ضمانت کے ذریعے اپنا حق محفوظ کرے، تاکہ اسے ادائیگی کے بارے میں اطمینان ہو۔ اس کے لیے وہ خریدار سے کوئی شے رہن رکھ سکتا ہے یا ضامن طلب کر سکتا ہے... اور یہ سب کچھ جائز ہے۔ کیونکہ شریعت میں عقود میں رکھی جانے والی تمام شرائط مباح ہیں، سوائے اس شرط کے جو کسی حلال چیز کو حرام یا کسی حرام چیز کو حلال قرار دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلاَّ شَرْطًا حَرَّمَ حَلاَلاً أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا» "مسلمان اپنی شرطوں پر پابند ہیں، سوائے اُس شرط کے جو کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال کر دے"۔** (سنن ترمذی)

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ یہ اصول ان شرائط پر لاگو ہوتا ہے جو مسلمان آپس میں اپنے معاملات اور (لین دین کے) معاہدوں میں رکھتے ہیں۔ یعنی مسلمان اپنے عقود میں جو چاہیں شرائط رکھ سکتے ہیں، سوائے ایسی شرط کے جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دے دے۔

(ب) حالتِ سفر میں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا۟ كَاتِبًا فَرِهَٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ **"اور اگر تم سفر پر ہو اور (قرض کو) کوئی لکھنے والا مل نہ سکے تو (کوئی شے) رہن یا قبضہ میں (گروی) رکھ لو"۔** (سورة البقرہ:283)

سفر میں لکھنے والے کا نہ ملنا ایک عام بات ہے کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ حالتِ سفر میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی کے باعث انہیں کوئی کاتب نہ مل سکے۔ اسی بنیاد پر "مفهوم المخالفة للقيد (الوصف)" یعنی "صفت کے مقید ہونے کا مفہومِ مخالفہ" لاگو ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَمْ تَجِدُوا۟ كَاتِبًا﴾ **"اور اگر تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے..."**، اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ رہن رکھنا جائز ہے، خواہ (قرض) لکھا جائے یا نہ لکھا جائے۔ فرق صرف یہ ہے کہ شرعی حکم کی صورت مختلف ہو جاتی ہے: اگر سفر میں کاتب دستیاب نہ ہو، تو رہن رکھنا (قرض کو) لکھنے کی جگہ لے لیتا ہے، اور ایسی صورت میں رہن رکھ لینا مندوب ہے۔ اور اگر حالتِ سفر میں کاتب دستیاب ہو، تو رہن رکھ لینا مباح ہے۔

یہ تمام حکم اُن دیگر معاملات کے بارے میں ہے جو ادھار پر لین دین میں ربا (سود) کے علاوہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسی صورت میں رہن رکھنے کا حکم، خواہ مقیم حالت ہو یا حالتِ سفر ہو، تو یہ ایک شرعی حکم ہے۔ یعنی، خرید و فروخت میں ادھار پر اشیاء کو بیچنے کے معاملے میں رہن رکھ لینا واجب ہے، جیسے گیہوں، جو، کھجور یا نمک وغیرہ کو ادھار پر لینا۔ اس کی دلیل یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ سے صحیح روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے سودی اشیاء کی بیع کو منع فرمایا، سوائے یہ کہ بیع ہاتھوں ہاتھ (یعنی نقد) کی صورت میں ہو۔ مسلم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»** "سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گیہوں کے بدلے گیہوں، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک، برابر کے برابر، مساوی مقدار میں، ہاتھوں ہاتھ۔ اور اگر یہ اصناف مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو، بشرطیکہ وہ ہاتھوں ہاتھ (یعنی نقد) ہو" (صحیح مسلم)۔ یعنی ادھار پر نہ ہو۔

یہ بھی صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی چیز ادھار پر خریدی جو سودی اشیاء کے زمرے میں سے ہے، یعنی جو، لیکن آپ ﷺ نے فروخت کرنے والے کے پاس بطور رہن اپنی زرہ رکھ دی۔ صحیح بخاری میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے: « أن النبي ﷺ اشترى من يهودي طعاماً إلى أجل ورهنه درعاً له من حديد » "رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کھانے کا سامان ادھار خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی" (بخاری)۔ سنن النسائی میں ایک اور روایت میں ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں ہے: **«تُوُفِّيَ رسول الله ﷺ ودرعه مرهونة عند يهودي بثلاثين صاعاً من شعير لأهله» "رسول اللہ ﷺ کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض رہن تھی، جو آپ ﷺ نے اپنے اہلِ خانہ کے لئے (ادھار) لیا تھا"**۔ (النسائی: 4572، بخاری: 2759، 4197، احمد: 1/236، 361، ابن حبان: 13(262/

ان دونوں احادیث میں تطبیق یوں دی جاتی ہے کہ پہلی حدیث میں ادھار پر اجناس کی فروخت کی ممانعت آئی ہے، اور دوسری حدیث میں ادھار کے ساتھ رہن رکھنے کی اجازت وارد ہوئی ہے، اور چونکہ کوئی دلیل موجود نہیں کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھا، لہٰذا ان دونوں احادیث کو جمع کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اجناس کو ادھار فروخت کے وقت رہن لینا واجب ہے تاکہ معاملہ شرعاً درست ہو۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ **"اور اگر تم کو ایک دوسرے پر بھروسہ ہو"** کا تعلق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ قرض دینے والے کو اپنے قرض لینے والے پر، سفر کے دوران یا مقیم حالت (حضر) میں بھروسہ ہو، یعنی وہ قرض دار کی امانت، دیانت اور ادائیگی میں تاخیر نہ کرنے پر بھروسہ رکھتے ہوں یعنی قرض دینے والے کو قرضدار پر اعتماد ہو، تو ایسی صورت میں قرض کو لکھنے، گواہوں یا رہن کے ذریعے محفوظ نہ کرنا بھی ممکن ہے۔ یہ صورت جائز ہے، جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے یعنی اگر قرض دینے والے چاہے تو اسے تحریر میں لا سکتا ہے، اور اگر نہ چاہے تو نہ لائے۔

اور اس ارشاد ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ "اور اگر تم کو ایک دوسرے پر بھروسہ ہو" کا تعلق صرف سفر یا رہن (گروی رکھنے) کی حالت سے خاص نہیں ہے۔ اسے اس آیت میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ آیت کا آغاز سفر کے بیان سے ہوا تھا، اور اس کا مفہوم، اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَرِهَـٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ **"تو پھر رہن (گروی) رکھ لو"** کے ذکر سے مکمل ہوتا ہے۔ یہ بعد کا بیان دراصل پہلے بیان کردہ قرض کے احکام یعنی تحریر، گواہ اور رہن کی تکمیل کے طور پر آیا ہے، خواہ وہ مقیم حالت (حضر) میں ہوں یا سفر کے دوران۔

یہ اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا۟ ٱلشَّهَـٰدَةَ﴾ **"اور گواہی کو مت چھپاؤ"**۔ اس آیت میں گواہی کا ذکر سفر میں رہن (گروی رکھنے) کے ضمن میں نہیں آیا، بلکہ یہ اس گواہی کی طرف اشارہ ہے جو گزشتہ آیت میں مقیم حالت میں قرض لکھنے کے وقت ذکر کی گئی تھی۔ لیکن چونکہ اس آیت کا آغاز اس جملے سے ہوا ﴿وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ﴾ **"اور اگر تم**

حالتِ سفر میں ہو"۔ اس لیے قرینہ یہ بتاتا ہے کہ ﴿فَرِهَٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ **"تو پھر رہن (گروی) رکھ لو"** کے بعد آنے والا حصہ قرض سے متعلق گزشتہ احکام پر ہی دلالت کرتا ہے، خواہ وہ سفر میں ہوں یا اقامت کی حالت میں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر قرض دینے والے کو قرض لینے والے کی امانت داری پر اطمینان ہو، اور وہ اس پر اعتماد کرے کہ وہ ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا، تو ایسے میں قرض کے دستاویزی ذرائع (جیسے تحریر، گواہ یا رہن) کو ترک کرنا جائز ہے، خواہ حالتِ سفر ہو یا مقیم حالت ہو۔ یعنی جس حالت میں ہم نے پہلے وضاحت کی تھی کہ دستاویزات تیار کرنا مندوب ہے، تو اس نئی حالت میں وہ مباح ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا﴾ "اور اگر تم کو ایک دوسرے پر بھروسہ ہو" سے ظاہر ہے۔

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَلْيُؤَدِّ ٱلَّذِى ٱؤْتُمِنَ أَمَٰنَتَهُۥ﴾ **"تو امانتدار کو چاہیئے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کر دے"** کا تعلق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرضدار کو چاہیے کہ وہ قرض خواہ کا قرض ادا کرے۔ اس حالت میں قرض کو امانت کہا گیا ہے، کیونکہ اس پر تحریر یا گواہی لازم نہیں کی گئی، بلکہ وہ اعتماد اور دیانت کی بنیاد پر قائم ہے۔

یہاں جو طلبِ شرعی ہے، وہ فرضیت کے معنی میں ہے، یعنی قرض کی ادائیگی شرعاً واجب ہے۔ اس پر قرینہ لفظِ ﴿أَمَٰنَتَهُۥ﴾ **"اس کی امانت"** سے لاگو ہوتا ہے۔ امانت کو پورا کرنا شرعی فریضہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«لا إيمانَ لمن لا أمانةَ له»** **"جس میں امانت داری نہیں، اس کا ایمان نہیں"** (احمد: 3/154، 210)۔ اور دیگر احادیث میں بھی امانت کا ذکر آیا ہے، جو کہ وصفِ معلوم ہے، اور امانت کو پورا کرنا شرعی طور پر واجب ہے۔ جب ایمان کو دین میں امانت سے جوڑا گیا، اور امانت کی ادائیگی کو طلب (یعنی حکم) کا موضوع بنایا گیا، تو یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ لفظِ ﴿فَلْيُؤَدِّ﴾ **"پس اسے ادا کرنا چاہیے"** میں جو حکم دیا گیا ہے، وہ طلب جازم ہے (یعنی فرض حکم ہے)۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان، ﴿وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ﴾ **"اور اسے اپنے رب سے ڈرنا چاہیے"**، کا تعلق ہے، تو یہ تنبیہ ہے، یعنی اسے متنبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ حق سے انکار نہ کرے یا اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ﴿وَلَا تَكْتُمُوا۟ ٱلشَّهَٰدَةَ﴾ **"اور گواہی کو مت چھپاؤ"** کا تعلق ہے تو یہ ایک عمومی خطاب ہے، جو گواہوں، قرض خواہ اور قرض دار تینوں کو مخاطب کرتا ہے۔ یعنی انہیں نہ گواہی کو چھپانا چاہیے، نہ اس میں تحریف کرنی چاہیے، اور نہ اسے اس کے درست مفہوم سے روکنا چاہیے۔ یہاں پر جو شرعی نہی (ممانعت) آئی ہے، وہ تحریم جازم (قطعی حرمت) پر دلالت کرتی ہے، یعنی یہ عمل حرام ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٌ قَلْبُهُۥ﴾ **"اور جو اسے چھپاتا ہے، تو یقیناً اس کا دل گناہگار ہے"**۔

اور اللہ تعالیٰ نے ﴿قَلْبُهُۥ﴾ **"اس کا دل"** کا ذکر ﴿ءَاثِمٌ﴾ **"گناہ گار"** کے بعد اس لیے کیا ہے تاکہ اس گناہ کی سنگینی کو واضح کیا جائے۔ کسی اعضاء کا ذکر اس کے عمل کے بعد لانا، دلیل اور تاکید کے اعتبار سے زیادہ مؤثر اور طاقتور ہوتا ہے۔ جیسے کہا جائے: (هذا ما

أبصرته عيني) "یہ وہ ہے جو میری آنکھوں نے دیکھا"، تو یہ (هذا ما أبصرته) "یہ وہ ہے جو میں نے دیکھا" سے زیادہ موثر اور فصیح ہے۔ اسی طرح، (هذا ما سمعته أذناي) "یہ وہ ہے جو میرے کانوں نے سنا"، یہ (هذا ما سمعته) "یہ وہ ہے جو میں نے سنا" سے زیادہ زور دار اور با معنی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿**وَلَا تَكْتُمُوا۟ ٱلشَّهَـٰدَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٌ قَلْبُهُۥ**﴾ "**اور گواہی کو مت چھپاؤ، اور جو اسے چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے**"، تو یہ تعبیر اس سے کہیں زیادہ قوی ہے کہ صرف یوں کہا جائے: (ومن يكتمها فإنه آثم) "**اور جو اسے چھپاتا ہے، وہ گناہگار ہے**"۔ دل کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ گناہ دل کی گہرائیوں سے متعلق ہے، یعنی یہ محض ایک ظاہری جرم نہیں بلکہ باطنی خیانت ہے، جو ایمان کے مرکز (دل) کو متاثر کرتی ہے۔

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿**وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ**﴾ "**اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے**" کا تعلق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ اللہ کے علم سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ اللہ رب العزت، تمہارے اعمال سے واقف ہے اور انہی کے مطابق تمہیں جزا یا سزا دیتا ہے، خواہ وہ نیک عمل ہوں یا برے۔

فہرست

# دعوت کے علمبرداروں کے لیے ایک پکار "اس تمام عرصے میں کہاں تھے"؟!

حسام الادریسی—ولایہ یمن

زندگی کی گہما گہمی اور معاشروں کی غفلت میں، ایک اکیلا لفظ پہاڑوں کو ہلا دینے، ضمیر کو جگانے، اور امتِ اسلام کے دلوں میں احتساب کے جذبے کو بیدار کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو ان لوگوں کے منہ سے نکلا جن کے جسموں کو اذیت نے نشان زدہ کر دیا اور جن کے ڈھانچوں کو ظالموں کے تہہ خانوں میں ظلم نے پیس ڈالا: "تم اس تمام عرصے میں کہاں تھے؟!"۔ یہ بات بشار الاسد (ملعون) کی جیلوں سے رہا ہونے والوں میں سے ایک نے کہی، وہ جنہوں نے مصائب کا سامنا کیا اور جن کی عمریں سلاخوں کے پیچھے ختم ہو گئیں؛ جب وہ کچھ آزاد ہونے والوں سے ملا، تو اس نے قید کے سالوں کے بارے میں نہیں پوچھا، بلکہ اس نے ان کے چہرے پر چلا کر کہا: "تم کہاں تھے؟ تم اس تمام عرصے میں کہاں تھے؟ جب ہمیں زندہ دفن کیا جا رہا تھا تو تم نے ہمیں کیوں نہیں چھڑایا؟"

ان الفاظ نے مجھے شدت سے ملامت کی اور میں نے زمین پر موجود تمام مظلوموں کے لیے اپنی کوتاہی محسوس کی۔ اسلام، لوگوں کے لیے رحمت بن کر آیا تاکہ انہیں بندوں کی بندگی سے نکال کر بندوں کے رب کی بندگی کی طرف لے جائے۔ یہاں احتساب سے کوئی مفر نہیں، معذرت کی کوئی گنجائش نہیں، اور ملامت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ تو پھر مسئلہ کہاں ہے؟

اور اب میں وہی لفظ دعوت کے علمبرداروں کے سامنے دہراتا ہوں جو امت کے مسائل کا بنیادی حل رکھتے ہیں، خاص طور پر جب میں نے ان کے پاس موجود احیاء (revival) کے منصوبے کی تفصیلات جان لیں۔ میں نے دعوت کے علمبرداروں میں سے ایک سے کہا: "تم اس تمام عرصے میں کہاں تھے؟"

اور اب میں نے خود کو اسلام کو زندگی میں بطورِ حقیقت، واپس لانے کی فکر اٹھانے اور اس عظیم بوجھ پر کام کرنے والوں کے ساتھ کام کرنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں: کیا ہم نے پیغام کو ویسے ہی پہنچایا جیسے ہمیں پہنچانا چاہیے تھا؟ کیا ہم مظلوموں تک پہنچے؟ کیا ہم نے دعوت کو پہنچانے میں ویسی کوشش کی جیسی کوشش کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے؟

ہم کوئی فارغ وقت کی دعوت نہیں لے کر چل رہے، نہ ہی کوئی سطحی اصلاحی منصوبہ۔ ہم زندگی یا موت کا معاملہ لے کر چل رہے ہیں۔ ہم اسلام کا مکمل پیغام اٹھائے ہوئے ہیں۔ ہم تمام بنی نوع انسان کے لیے علاج لے کر چل رہے ہیں۔ ہم اللہ کا 'خلافت کا وعدہ' لے کر چل رہے ہیں، اور ہم لوگوں کو ظلم، جہالت اور غلامی کی آگ سے نجات دلانے کا ذریعہ اٹھائے ہوئے ہیں۔

لہٰذا، جس نے پیغام پہنچانے میں غفلت کی، اس نے امانت میں کوتاہی کی، اور جس نے کمزوروں کو چھوڑ کر (دعوت دینے کے لیے) دیگر لوگوں کا انتخاب کیا، اس نے پیغام کی پاکیزگی سے غداری کی۔

ان لوگوں کا تصور کریں جو برسوں سے قید ہیں: جہالت کے قیدی، گمراہ کن میڈیا کے قیدی، مغربی ثقافت کے قیدی، ظالم حکومتوں کے قیدی، روزمرہ کی ضروریات کے قیدی جنھوں نے انہیں اتنا تھکا دیا ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف توجہ نہیں دیتے، غفلت اور کھیل کود، مشہور شخصیات اور خواہشات کی پیروی کے قیدی... وغیرہ

جب دعوت ان تک پہنچے گی تو وہ صرف یہی پوچھیں گے: "آپ کی پکار ہم تک کیوں نہیں پہنچی؟!" جی ہاں، آج بہت سے لوگ سلاخوں کے پیچھے ہوئے بغیر قید ہیں، اور وہ سب کسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے دروازے پر دستک دے اور انہیں جگائے، اور وہ ان تک اسلام پہنچائے جیسا کہ اللہ نے اسے نازل کیا تھا، وہ اسلام جو صرف عبادات تک محدود نہیں، بلکہ وہ نجات بخش اسلام جو انسان کو بندگی کی تمام شکلوں سے آزاد کرتا ہے، عدل قائم کرتا ہے، بھلائی پھیلاتا ہے، اور راستہ روشن کرتا ہے۔

"تم اس تمام عرصے میں کہاں تھے؟!" صرف ایک لفظ نہیں ہے، بلکہ یہ ہر سست روی اختیار کرنے والے کے لیے ایک تھپڑ ہے، اور ہر دعوت کے علمبردار کے لیے ایک خطرے کی گھنٹی ہے جس کا عزم موجودگی گندی حقیقت کے بیچ کمزور پڑ گیا ہے، کی یہ ہمیں حرکت کرنے پر مجبور کرے، سچائی پہنچانے پر مجبور کرے، ہمارے اور لوگوں کے درمیان کی دیواروں کو گرانے پر مجبور کرے، زمین کی گہری ترین جیلوں میں روشنی لے جانے پر مجبور کرے، دن کو رات سے جوڑنے پر مجبور کرے؛ کیونکہ وہ جو دعوت پر خاموش رہتا ہے، پیغام پہنچانے میں غفلت کرتا ہے، وہ لوگوں کے مسلسل قید رہنے میں شریک ہے۔

اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ اسلام میں نجات ہے، اور پھر اسے پہنچاتا نہیں، وہ ہر اس شخص کا بوجھ اٹھاتا ہے جو اندھیرے میں رہا۔

اے دعوت کے علمبر دارو، اٹھو، اپنے عزم کو مضبوط کرو؛ اس لمحے کا انتظار نہ کرو جب تم سے پوچھا جائے گا کہ "تم کہاں تھے؟" پوچھے جانے سے پہلے خود ہی جواب بن جاؤ۔ وہاں موجود رہو جہاں ظلم ہے، جہاں جہالت ہے، جہاں تکلیف ہے؛ کیونکہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جو حق کی آواز کے منتظر ہیں۔ کیا ہم انہیں مایوس کریں گے؟ تم میں سے جو پرجوش ہیں وہ کوشش کو دوگنا کر دیں، اور جو رفتار میں سست ہیں وہ قافلے سے آملیں۔ اے اللہ، ہمیں غفلت کرنے والوں میں سے نہ بنا۔

[فہرست](#)

# اسلامی اقتصادی نظام اور سرمایہ دارانہ معیشت کے ساتھ اس کے انضمام کا خطرہ

مصطفی عتیق

اسلام نے ایک نفیس، مکمل اور جامع معاشی نظام پیش کیا جس میں یہ طے کیا گیا کہ دولت کا انتظام کیسے کیا جاتا ہے، اس کی ملکیت کیسے حاصل کی جاتی ہے اور اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام نے ملکیت کی اقسام کو واضح کیا: نجی ملکیت، ریاستی ملکیت، اور عوامی ملکیت، اور ہر فریق کی ملکیت کو کسی دوسرے فریق کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھا، دوسروں کے اثاثوں پر تجاوزات سے متعلق احکامات واضح کیے۔

شریعت کے متن کا مطالعہ کرنے سے، ہمیں افراد اور ریاست کی ملکیت کی حدود معلوم ہوتی ہیں، اور وہ جو عوامی اثاثوں (عوامی ملکیت) کے تحت آتا ہے۔

اسلام میں ملکیت کی اقسام اور اس کی وضاحت:

**پہلا: عوامی ملکیت**

اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: **(إذن الشارع للجماعة بالاشتراك في الانتفاع بالعين)** ": شارع کی طرف سے معاشرے کو مشترکہ طور پر اثاثے سے فائدہ اٹھانے کی اجازت"، اور اس کی درجہ بندی اس طرح کی گئی ہے:

**1-معاشرے کے استعمال کے لئے**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ، فِي الْمَاءِ وَالْكَلَإِ وَالنَّارِ»** "انسان تین چیزوں میں شریک ہیں: پانی، چراگاہ اور آگ"۔

جیسے پانی کے چشمے، چراگاہ کی زمینیں، اور توانائی کے ذرائع، جو ایسی افادیت رکھتے ہیں جن کو معاشرہ اجتماعی طور پر تلاش کرتا ہے۔

**2-زیرزمین دولت، معدنیات**

أبيض بن حمال سے روایت ہے، جنہوں نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مجھے نمک کی کان عطا فرما دیں، آپ نے مجھے عطا کر دیا، جب میں واپس چلا گیا تو ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے اسے کیا دیا ہے؟ آپ ﷺ نے اسے وہ عطا کیا جو نہ ختم ہونے والے پانی کی طرح ہے (الماء العِدّ) تو آپ ﷺ نے اسے واپس لے لیا"۔

لہٰذا، بہت بڑے حجم میں موجود تمام زیر زمین دولت عوامی ملکیت ہے، جیسے پیٹرولیم، گیس، فاسفیٹ، سونا، لوہا، اور باقی زیر زمین وسائل۔ ریاست امت کی جانب سے اور امت کے فائدے کے لیے ان معدنیات کو نکالنے کا کام کرتی ہے، جس سے ان کا فائدہ امت کو دستیاب ہوتا ہے۔

**3-ایسے اثاثے جو فطرت کے لحاظ سے عوامی ہوں۔**

ان کی نوعیت انہیں انفرادی طور پر ملکیت ہونے سے روکتی ہے، جیسے سڑکیں، عوامی چوکیاں، دریا، ساحل اور خلیج۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ» " اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی (حمی) تحفظ نہیں"۔**

امت کے ہر فرد کو عوامی ملکیت کو استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ ریاست کو کسی فرد کو یہ اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے، کہ وہ فرد یا گروہ ، باقی لوگوں کو چھوڑ کر، عوامی اثاثوں کا مالک بن جائے یا ان کا استحصال اس انداز میں کرے کے معاشرے کے دوسرے لوگوں اُن اثاثوں سے روک دے۔

**دوسرا: ریاستی ملکیت**

اس میں وہ ہر اثاثہ شامل ہے جس کے اخراجات کا انحصار خلیفہ کی رائے اور شرعی استدلال (اجتہاد) پر ہے۔ جیسے فئ (لڑائی کے بغیر حاصل کیا گیا مالِ غنیمت)، خراج، جزیہ، دیگر ٹیکس، خمس الرکاز (دفن خزانوں کا پانچواں حصہ) ریاست کے غیر شہریوں پر عائد کسٹم ڈیوٹی، مرتد افراد کی دولت، ان لوگوں کی دولت جن کے وارث نہ ہوں، اور ریاست کی ملکیت والی کمپنیوں کی آمدنی۔

ریاست اس چیز کی حقدار ہے جس کے افراد حقدار ہیں، جیسے ورکشاپس، فیکٹریوں اور زمینوں کا مالک ہونا، اور ادارے اور کمپنیاں قائم کرنا تاکہ بیت المال (ریاستی خزانے) کی مدد کے لیے منافع اور محصول پیدا کیا جا سکے۔

**تیسرا: نجی ملکیت**

یہ شارع کی اجازت ہے کہ ایک فرد کسی اثاثے کو خود استعمال کرے یا اس کے فائدے کو استعمالکرے یا اس کا تبادلہ کر لے۔ اللہ نے زمین پر انسان کو اپنا نائب بنایا ہے اور زمین کے خزانے اس کے سپرد کر دیے ہیں، اور انسان کو اس کی ملکیت کا حق ہے۔ اللہ فرماتا ہے **(وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُۚ)** ،"اور اللہ نے اپنی طرف سے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے تابع کر دیا ہے"۔ (سورۃ الجاثیۃ: آیت 13)

اسلام نے وضاحت کی ہے کہ کس طرح افراد تجارت، زراعت، صنعت، حصہ داری، منافع میں شراکت داری، شکار، بنجر زمین کو قابلِ استعمال بنانے، کسی چیز کو لیز پر دینے اور زمین میں پائے جانے والے خزانے کے ذریعے دولت حاصل کرتے ہیں۔ نیز ملکیت وراثت، تحائف، وقف، خیراتی اداروں، وصیت، حق مہر، خون بہا کی رقم، اور ریاست کی طرف سے اسے دیئے گئے فنڈز کے ذریعے بھی حاصل کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا سے ہمارے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب اسلام ملکیت کی اقسام تقسیم کرتا ہے تو اس نے لوگوں کی دولت کی حفاظت کی اور کسی کو اس سے محروم نہیں کیا۔ جب اسلام اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ آپ کو کس چیز کے مالک ہونے کی اجازت ہے، تو یہ آپ کو دوسروں کی دولت پر تجاوز کرنے سے روکتا ہے، اور یہ عوام کے کسی مخصوص گروہ یا فرد کو اجارہ داری کی اجازت دیے بغیر، جیسا کہ سرمایہ دار ممالک میں ہوتا ہے، امت کے فائدے کے لیے عوامی دولت کو محفوظ رکھتا ہے۔

### نجکاری اور غیر ملکی سرمایہ کاری

اب ہم ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف آتے ہیں: کہ غیر ملکی سرمایہ کاری جس کے عملی دائرہ کار میں عوامی ملکیت، عوامی سہولیات، اور ہر وہ چیز شامل ہے جس کی معاشرے کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ اجتماعی طور پر اس کی متلاشی ہوتی ہے۔ یہ غیر ملکی سرمایہ کاری پٹرولیم، گیس، فاسفیٹ جیسے عوامی اثاثوں اور زیر زمین دولت سے متعلق تمام اثاثوں پر قبضہ کر لیتی ہے۔ ایسی سرمایہ کاری لالچی سرمایہ دار کمپنیوں کی طرف سے آتی ہے جن کی واحد دلچسپی لوٹ مار اور غارت گری ہے۔ اور جو بدعنوانی، لالچ، اور حکومتوں اور عہدیداروں کو رشوت دینے کے لیے بدنام ہیں تاکہ وہ ملک کو لوٹنے میں ان کے شراکت دار بنیں۔ سرمایہ کاری کے نظام کی بدترین قسم Build-Own-Operate (BOO) نظام ہے، جس میں حکومت کو ملکیت منتقل کرنے کا عزم شامل نہیں ہوتا، جیسا کہ Build-Operate-Transfer (BOT) کے نظام میں ہوتا ہے۔

یہ صورتِ حال ملک کی خودمختاری کی خلاف ورزی کا سبب بنتی ہے، ریاست کو اپنے اہم قومی اثاثوں پر اختیار سے محروم کر دیتی ہے، اور عوام پر گہرے معاشی اثرات مرتب کرتی ہے۔ یہ سرمایہ کاروں کو منصوبوں کی مستقل ملکیت عطا کرتا ہے اور طویل المدتی منافع کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ یہ معاشی پالیسی ریاست کو نجی شعبے، خصوصاً غیر ملکی کمپنیوں، کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے اور اس کے اہم وسائل پر خودمختاری کو خطرے میں ڈالتی ہے۔ نجکاری اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے دروازے کھولنا ملک کو غیر ملکیوں کی آمد و قبضے کا گڑھ بنا دیتا ہے، جو بالآخر عوام کی غربت کا باعث بنتا ہے۔

سب سے بڑی اور سنگین مصیبت اُس وقت پیش آتی ہے جب ریاست عوامی سہولیات جیسے ہوائی اڈے، بندرگاہیں، سڑکیں، بجلی اور پانی کو نجی شعبے کے حوالے کر دیتی ہے۔ سب سے بڑی تباہی اُس وقت ہوتی ہے جب زیرِ زمین دولت — مثلاً تیل، گیس، فاسفیٹ اور دیگر معدنیات — کو اس بہانے نجی ہاتھوں میں دے دیا جاتا ہے کہ ریاست ان میں سرمایہ کاری یا ترقی نہیں کر سکتی۔

اس کے نتیجے میں ان اثاثوں اور سہولیات پر ریاست کا کنٹرول ختم ہو جاتا ہے، نجی اجارہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے، مہنگائی کی شرح بڑھتی ہے، امیروں اور غریبوں کے درمیان فاصلہ وسیع ہوتا ہے، اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

نجکاری کے سیاسی سطح پر منفی اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ ریاست کی خودمختاری غیر ملکی سرمایہ داروں یا بیرونی اداروں جیسے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) اور عالمی بینک کے ہاتھوں متاثر ہوتی ہے۔ ہمیں نجکاری کی ناکامی اور اس کے تباہ کن اثرات کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جیسا کہ نوّے کی دہائی میں لاطینی امریکہ کا تجربہ — جو ناکام معاشی تجربات میں سے ایک نمایاں مثال ہے۔

نوّے کی دہائی کے مشہور واقعات میں سے ایک بولیویا میں پانی کے شعبے کی نجکاری تھی۔ حتیٰ کہ یورپی یونین کے ممالک بھی نجکاری کے نقصانات سے دوچار ہیں۔

عوامی سہولیات اور عوامی ملکیت کی نجکاری مالی و تجارتی سرمایہ داروں کے حکمرانی پر قابو پانے کا باعث بنتی ہے۔ اُس وقت اقتدار لالچی اور مفاد پرست طبقے کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔

## نتیجہ:

سرمایہ دارانہ ریاستوں کے ایوانوں میں، خصوصاً امریکہ کی قیادت میں، مسلم ممالک کے خلاف جو سیاسی اور معاشی منصوبے بنائے جا رہے ہیں، ان کی بنیادی وجہ ان ممالک کی بے پناہ دولت، قدرتی وسائل، اور وسیع سرمایہ کاری کے مواقع ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان ممالک کو مغربی سرمایہ دار طاقتوں کے لیے دولت کی کان اور اپنی مصنوعات کے لیے منڈی میں تبدیل کر دیا جائے۔

یہ طاقتیں مسلم ممالک کی دولت اور صلاحیتوں پر قبضہ جمانے کے لیے انہیں سود پر مبنی، ناپاک اور لالچی سرمایہ دارانہ معیشت میں ضم کرنا چاہتی ہیں، تاکہ سرمایہ کاری، نجکاری، اور ترقی کے نام پر مغربی منصوبوں کو نافذ کیا جا سکے۔

اسی مقصد کے تحت مغربی کمپنیوں کو متعارف کرایا جاتا ہے تاکہ وہ پیداوار کے ذرائع، دولت، اور عوامی سہولیات پر قبضہ حاصل کر سکیں، اور اس کوشش میں وہ دونوں جانب کے تاجروں اور مسلم ممالک کی حکمران سیاسی اشرافیہ کا سہارا لیتی ہیں۔

یہ عمل بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کے دباؤ کے تحت ان ممالک کو سرمایہ کاروں کے لیے کھول دیتا ہے، جو ایسی پالیسیاں اور سفارشات پیش کرتا ہے جو معیشت کی تباہی اور بربادی کا باعث بنتی ہیں، یہاں تک کہ ریاست اپنی عوام کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد عالمی بینک اپنے مشروط قرضوں اور سود (ربا) کے ذریعے میدان میں آتا ہے، اور ممالک کو اپنے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنا دیتا ہے۔ وہ نجکاری اور سرمایہ کاری سے متعلق اپنے بدنیت منصوبے نافذ کرتا ہے، جن کے ذریعے یہ ممالک الجھاؤ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور سرمایہ دار کمپنیوں کی راہ ہموار ہو جاتی ہے تاکہ وہ ان پر معاشی اور سیاسی غلبہ حاصل کر سکیں۔

یہی صورتحال آج بیشتر مسلم ممالک میں نظر آتی ہے، جہاں دولت اور قدرتی وسائل کی بے دریغ لوٹ مار جاری ہے۔

اس المیہ کی اصل جڑ یہ ہے کہ نظامِ حکومت سے اسلام کو عملاً خارج کر دیا گیا ہے، اور مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے نظامِ شریعت کے قیام کے لیے حقیقی جدوجہد کرنے میں کوتاہی برتی ہے۔

مرض کی صحیح تشخیص ہی اس بات کی بنیاد ہے کہ علاج اسلام اور اس کے عطاء کردہ حل کے مطابق تجویز کیا جا سکے، تاکہ ہماری دولت، جائیدادیں اور وسائل استعماری کفار کے ہاتھوں گروی نہ ہوں، اور یوں ملک کی خودمختاری، اس کے فیصلوں اور ترقی کی سمت پر ان کا قبضہ نہ ہو سکے۔

فہرست

# "گریٹر اسرائیل" پر نیتن یاہو کے بیانات اور ان کے مضمرات

الوعي میگزین

**اوسلو معاہدے کی تردید اور نارملائزیشن کرنے والوں کے منہ پر طمانچہ**

یہودی وجود کے توسیع پسندانہ اہداف کو بے نقاب کرنے والے ایک چونکا دینے والے بیان میں، وزیرِ اعظم بنیامین نیتن یاہو نے کھلے عام "گریٹر اسرائیل" کے تصور کی حمایت کا اعلان کیا۔ جب عبرانی چینل i24 نے ایک انٹرویو میں اس سے پوچھا کہ کیا وہ "گریٹر اسرائیل" کے تصور پر یقین رکھتے ہیں، تو نیتن یاہو نے جواب دیا: "یقیناً"، اور یہ بھی کہا کہ وہ اس تصور سے "بہت گہری وابستگی" رکھتے ہیں۔

"گریٹر اسرائیل" کا یہ تصور اپنی توسیع پسندانہ شکل میں، تاریخی فلسطین کے تمام مقبوضہ علاقوں اور پڑوسی عرب ممالک کے کچھ حصوں کے انضمام کا مطالبہ کرتا ہے۔ "گریٹر اسرائیل" کے منصوبہ میں ویسٹ بینک، غزہ پٹی، اور لبنان، شام، مصر اور اردن کے بعض حصوں کو اپنے کنٹرول میں لینا شامل ہے۔ "گریٹر اسرائیل" کا منصوبہ ایک قدیم استعماری خیال ہے جو ایک ایسے خطۂ زمین کے اس صہیونی خواب کی عکاسی کرتا ہے جو "نیل سے فرات تک" پھیلا ہوا ہو، اور جو تمام سابقہ معاہدوں اور امن منصوبوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف تاریخی عزائم کو ترجیح دیتا ہے۔

**یہ منصوبہ تمام سابقہ معاہدوں اور سمجھوتوں کو تاریخی خواہشات کی نذر کر دیتا ہے۔**

نیتن یاہو کے بیانات نے "زبانی مذمتوں" کا ایک طوفان کھڑا کر دیا ہے، حتیٰ کہ اُن دارالحکومتوں میں بھی جنہوں نے تعلقات کو معمول پر لانے اور قابض وجود کے ساتھ معاونت کرنے کی راہ اختیار کر لی تھی۔ اکتیس عرب اور مسلم ممالک نے، جن میں وہ حکومتیں بھی شامل ہیں جنہوں نے یہودی وجود کے ساتھ امن معاہدوں پر دستخط کئے تھے، انہوں نے ان بیانات کو "عالمی قانون کی سنگین اور خطرناک خلاف ورزی قرار دیا، اور عرب ممالک کی سلامتی اور استحکام کے لیے ایک براہِ راست خطرہ" قرار دیا ہے۔

قاہرہ نے کہا کہ "نیتن یاہو کے الفاظ خطے کو عدم استحکام کی طرف دھکیلتے ہیں اور امن کے عمل کی عدم قبولیت کو ظاہر کرتے ہیں"۔ گویا غزہ کے بھونچال نے جیسے ان امیدوں کو پہلے ہی چکنا چور نہ کر دیا تھا، اور گویا خطہ تو جیسے اس قابض دشمن کے ہوتے ہوئے بھی مستحکم کھڑا تھا!

جہاں تک اردن کا تعلق ہے، جس نے 1994ء میں یہودی وجود کے ساتھ وادی عربہ معاہدے پر دستخط کیے تھے، اس نے نیتن یاہو کی حکومت کے انتہاپسند عناصر کی طرف سے پھیلائے گئے عزائم کو "دھوکہ" کہتے ہوئے ان بیانات کو "خطرناک اشتعال انگیزی اور ممالک کی خودمختاری کے لیے خطرہ" قرار دیا۔ اردن نے خبردار کیا کہ ایسے بیانات غزہ اور مغربی کنارے میں جاری پرتشدد واقعات کے لئے جلتی پہ تیل کی مانند ہیں۔

یہ بہرحال واقعی حیرت کی بات ہے کہ حکومتوں کے ردعمل اتنے کمزور ہیں کہ محض مذمت سے ہی آگے نہیں بڑھ پاتے اور محدود رہتے ہیں، جبکہ ایک لاجسٹک پل تعمیر کیا جارہا ہے جو کہ متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور اردن کو اسرائیل سے جوڑتا ہے۔ اس راہداری کے ذریعے یہودی وجود کو بحری راستے کے مقابلے میں 80 فیصد سے زیادہ شپنگ لاگت بچانے میں مدد ملتی ہے، اور قابض وجود کو اس کی بقا کے وسائل فراہم ہوتے ہیں، حالانکہ وہ قابض وجود غزہ اور اس کے گردونواح کی مبارک سرزمین پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہودی ریاست کے وزیر خزانہ نے پیرس میں ایک انتہاپسند مجمع کے سامنے "گریٹر اسرائیل" کا ایک نقشہ دکھا کر یہ تماشہ کیا، اور اس نقشہ میں خود اردن بھی شامل تھا۔ عمان (اردن کے دارالحکومت) نے اسے "دونوں ممالک کے درمیان امن معاہدے کی خلاف ورزی" قرار دیا۔

### اوسلو معاہدہ پر آخری ضرب؟ یا فلسطینی اتھارٹی کا خاتمہ؟

نیتن یاہو کے بیانات نئے حالات اور پرانے "امن وامان کے عمل" کے درمیان ایک طویل خلیج کو ظاہر کرتے ہیں، وہ امن معاہدہ کہ جس کو یہودی وجود کبھی کسی خاطر میں ہی نہیں لایا، سوائے اس کے کہ جب وہ معاہدہ اس کے اپنے مفاد میں ہو۔ یہ امر بھی باعثِ تعجب نہیں ہے کہ یہودی وجود ان اوسلو معاہدوں کو بھی "آخری دھچکا" دے دے گا، جو 1990ء کی دہائی میں دوریاستی حل تک پہنچنے کی امید کے ساتھ دستخط کیے گئے تھے۔

1993ء کے اوسلو معاہدوں کے بعد سے، یہودی قابض وجود اس حالت سے نکل آیا کہ وہ مسلسل تعاقب میں رہے، اور ایک محفوظ وجود میں بدل گیا جس کی حفاظت خود فلسطینی اتھارٹی کی سیکیورٹی فورسز کرنے لگیں۔ اوسلو معاہدے نے یہودی وجود کو باضابطہ طور پر تسلیم کروایا اور نارملائزیشن کا دروازہ کھول دیا، جبکہ فلسطینی اتھارٹی خود اس قابض وجود کا بااعتبار رکھوالا بن گئی۔ بجائے اس کے کہ اس قابض وجود سے لڑا جاتا، لیکن فلسطینی اتھارٹی نے تقریباً 80,000 اہلکاروں پر مشتمل سیکیورٹی فورسز قائم کیں تاکہ مزاحمت کو دبایا جاسکے۔ سیکیورٹی کو آرڈینیشن کے معاہدے کئی شقوں تک پھیل گئے۔

2000ء کے الاقصیٰ انتفادہ کے بعد سے فلسطینی اتھارٹی نے بڑی جھڑپوں کو روکنے کے لیے ہی کام کیا ہے، احتجاجات کو کچلا اور مسلح گروہوں کا مقابلہ کیا ہے۔ 2007ء کی تقسیم کے بعد، ویسٹ بینک ایک بڑی جیل کی مانند ہو گیا، جہاں حماس اور اسلامی جہاد کے خلاف روزانہ کی بنیاد پر کارروائیاں ہوتی رہیں، ہزاروں نوجوان گرفتار کیے گئے، اور ساتھ ہی صہیونی فوج کے حملے بھی جاری رہے۔

2014ء میں، غزہ کی جنگ کے دوران، فلسطینی اتھارٹی نے ویسٹ بنک میں کسی بھی بغاوت کو روکنے کے لیے کارروائیاں کیں، حتیٰ کہ مزاحمت کی حمایت کرنے والے مظاہرین پر بھی حملے کیے۔

2021ء اور 2022ء میں بھی فلسطینی اتھارٹی نے الاقصیٰ احتجاجات کے دوران یہودی وجود کے ساتھ سکیورٹی تعاون جاری رکھا۔ جب یہودی فوجی کیمپوں پر حملے کر کے مزاحمت کاروں کو قتل کرتے تو فلسطینی اتھارٹی رات کے اندھیرے میں باقی بچ جانے والوں کا پیچھا کرتی تھی۔ حال ہی میں، 2023ء میں جنین میں عینی شاہدین نے بتایا کہ جب یہودی فوج نے کیمپ پر حملہ کیا تو فلسطینی اتھارٹی کی فورسز پیچھے ہٹ گئیں، لیکن بعد میں غصے میں بھرے احتجاجی مظاہرین کو دبانے کے لیے واپس لوٹ آئیں۔

یوں اس طرح فلسطینی اتھارٹی ایک ایسا آلہ کار بن چکی ہے جو اس قبضے کو قائم رکھے ہوئے ہے، امت کے حقوق سے غداری کرتی ہے، اور دشمن کی حفاظت کرتی ہے، جبکہ اس کی اپنی قوم مصیبتیں جھیل رہی ہے۔ یہ عین اسی طرح کی غداری ہے جو عرب ممالک نے یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کو نارملائز کر کے کی ہے۔

### یہودی وجود کے ہاتھوں اوسلو معاہدہ کی بربادی

دائیں بازو کی صہیونی حکومتیں قابض علاقوں میں توسیع اور ایک "نئی حقیقت" مسلط کر کے بتدریج اوسلو معاہدوں کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہیں، جبکہ فلسطینی اتھارٹی کے ادارے کو ایک سکیورٹی پارٹنر کے طور پر برقرار رکھا گیا ہے جو بجائے اس کے تنازعہ کو حل کرے بلکہ وہ اس "تنازعہ کو برقرار رکھنے" کی پالیسی پر کام کرتا ہے۔ اور اب تو ایسا لگتا ہے کہ نیتن یاہو کی زیر قیادت، صہیونی تاریخ کی سب سے انتہاپسند حکومت نے غزہ پر جنگ میں اوسلو معاہدے کے تمام بندوبست کو یکسر پلٹ دینے کا موقع ڈھونڈ لیا ہے۔

اسٹریٹیجک مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ نیتن یاہو کی موجودہ حکومت 7 اکتوبر 2023ء کے بعد کی صورتحال کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کر رہی ہے تاکہ اس ایجنڈے کو نافذ کیا جائے جس کا اعلان اس کے قیام سے ہی کر دیا گیا تھا، یعنی: اوسلو معاہدہ کی تشکیل کردہ صورتحال سے ہاتھ جھاڑ لینا، فلسطینی اتھارٹی کو مالی اور سیاسی طور پر کمزور کرنے کی کوششوں کو تیز کرنا، قابض علاقوں کی توسیع میں اضافہ کرنا، اور ویسٹ بینک کے علاقوں کو عملی طور پر ضم کرنا۔

اور واقعی نیتن یاہو کے بیانات کے صرف چند دن بعد ہی، اس کے وزیر خزانہ بیزلیل سموطریچ نے مقبوضہ ویسٹ بینک میں ہزاروں نئے یونٹس کی منظوری کا اعلان کر دیا، یوں اس اقدام سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہودی وجود کا یہ قدم "ایک فلسطینی ریاست کے خیال کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیتا ہے"۔ اسی طرح، کنیسٹ نے اس سے قبل ایک قرارداد منظور کی تھی جس میں فلسطینی ریاست کے قیام کو مسترد کیا گیا تھا، جس میں 68 کے خلاف صرف 9 ووٹ پڑے تھے۔ اگرچہ یہ ایک علامتی اقدام تھا، لیکن یہ اوسلو معاہدوں سے سرکاری انحراف کو ظاہر کرتا ہے۔

صیہونی قبضے نے فلسطینی اتھارٹی کو گھیرنے اور تنہا کرنے کی کوششوں میں بھی شدت پیدا کر دی ہے۔ نیتن یاہو کی حکومت نے فلسطینی اتھارٹی کے ٹیکس محصولات سے بڑی رقم کاٹ لی یا روک لی، اور ایسے قوانین بنانے پر زور دیا جن سے شہداء کے خاندانوں کی مدد کرنے پر فلسطینی اتھارٹی کو مالی جرمانے کے مقدمات کا سامنا کرنا پڑے، اور ہزاروں فلسطینی مزدوروں کو روزگار کے لیے یہودی وجود میں داخل ہونے سے بھی روک دیا۔

یہودی وجود کی جارحیت بڑھ کر یہاں تک جا پہنچی کہ اوسلو معاہدے کے مطابق "زون اے" قرار دیے گئے علاقوں میں بارہا فوجی دراندازی کی گئی ہے، اور یہاں تک کہ اس نے "زون-بی" کے کچھ علاقوں میں فلسطینی اتھارٹی سے سیکیورٹی اختیارات واپس لینے کا اعلان بھی کر دیا ہے اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ کہ وہاں یہودی وجود کے براہِ راست کنٹرول میں "قدرتی ذخائر" قائم کیے جائیں گے۔ یہ اقدام دراصل اوسلو معاہدے کے تحت بنائے گئے انتظامی تقسیم کے یکطرفہ خاتمے کے مترادف ہے۔

اوسلو معاہدے (1993-1995ء) کے بعد سے فلسطینی اتھارٹی کے بجٹ کا تقریباً 75٪ حصہ اُن ٹیکس محصولات پر منحصر رہا ہے جو یہودی ریاست اس کی طرف سے جمع کرتی ہے۔ صیہونی وجود ہی اس بات پر مکمل اختیار رکھتا ہے کہ یا تو وہ یہ فنڈز منتقل کرے یا انہیں روک لے۔ 2019ء سے 2024ء کے درمیان، یہودی وجود نے تقریباً 3.54 بلین شیکل (تقریباً ایک ارب ڈالر)، یعنی 2023ء میں فلسطینی مجموعی قومی پیداوار (GDP) کا تقریباً 5 فی صد صرف اس بہانے کاٹ لیا تھا کہ یہ رقوم فلسطینی اتھارٹی کی طرف سے شہداء اور اسیر ان کے خاندانوں کو دی جا رہی ہیں۔ یہ کٹوتیاں اکتوبر 2023ء کے بعد سے مزید بڑھ گئی ہیں، ہر ماہ 275 ملین شیکل تک پہنچ گئیں، جو غزہ میں فلسطینی اتھارٹی کے ملازمین کی پوری تنخواہوں کے برابر ہیں۔

اسی دوران، یہودی وجود نے اکتوبر سے دسمبر 2023ء کے درمیان 143,000 تک فلسطینی مزدوروں کو اسرائیل کے اندر اپنے روزگار کے لئے پہنچنے سے روک دیا، جس نے ان کے پورے خاندانوں کو شدید متاثر کیا اور معیشت کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ فلسطینی اتھارٹی نے بھی بغاوتوں کے خلاف اپنی کریک ڈاؤن کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔

جنین پناہ گزین کیمپ اور یروشلم میں، فلسطینی اتھارٹی کی سکیورٹی فورسز نے یا تو مجاہدین کو قید کر دیا ہے یا انہیں اسرائیلی قبضے کے حوالے کر دیا ہے۔ صرف ویسٹ بینک میں ہی سکیورٹی ناکے اور رکاوٹیں بڑھ کر تقریباً 900 تک پہنچ گئی ہیں، جس نے روزمرہ نقل و حمل کو ایک مسلسل جدوجہد بنا دیا ہے۔ یوں اس طرح، فلسطینی اتھارٹی ایک ایسے آلے میں بدل گئی ہے جو صہیونی قبضے کی خدمت کرتا ہے، یہ اتھارٹی اپنی سکیورٹی فورسز کو استعمال کرتے ہوئے صہیونی مفادات کا تحفظ کرتی ہے، اپنے ہی لوگوں سے غداری کرتے ہوئے انہیں گرفتار کرتی ہے، یہود سے سکیورٹی تعاون کرتی ہے، جبکہ اس کے اپنے فنڈز لوٹے جا رہے ہیں، اور اس کے اپنے عوام کو بھوک اور محاصرے کے ذریعے دم توڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اسی دوران، غزہ اور ویسٹ بینک کے نوجوان بھوک، گھیراؤ اور مسلسل خونریزی کے ہاتھوں اس سرزمین پر شہید کیے جا رہے ہیں، جو درد اور اپنوں کی غداری کا رونا رو رہی ہے۔

### فلسطینی اتھارٹی کا مستقبل داؤ پر ہے

یہ حالات فلسطینی اتھارٹی کے مستقبل کو ایک ایسے نازک اور فیصلہ کن موڑ پر لا کھڑا کرتے ہیں، کہ اس جیسے حالات اس کی تشکیل کے بعد کبھی نہیں دیکھے گئے۔ فلسطینی اتھارٹی ایک نازک اور پابند ڈھانچے میں بدل چکی ہے، جو روز بروز اپنا کردار کھو رہی ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ نے بھی اس کے وفد کو اپنے ملک میں داخلے یا اقوامِ متحدہ کی میٹنگوں میں شرکت کے لیے ویزا دینے سے روک دیا ہے۔

فلسطینی اتھارٹی کی قیادت نے "گریٹر اسرائیل" سے متعلق نیتن یاہو کے بیانات کو "فلسطینی عوام کے جائز حقوق سے کھلا تغافل، اور خطے کی سلامتی اور استحکام کے لیے خطرناک اشتعال انگیزی" قرار دیا ہے۔ تاہم، حقیقتاً یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ یہ خطے کی سلامتی یا استحکام کے لیے خطرہ کی بجائے اُس صورتحال کے تسلسل کے لیے خطرہ ہے جس نے کرپشن کو فروغ دیا، اور قابض وجود کے ساتھ گھٹیا تعاون کو ممکن بنایا۔ خطہ تو کبھی بھی محفوظ یا مستحکم نہیں رہا، جب سے قابض وجود قائم ہوا ہے۔ اس کے باوجود، فلسطینی اتھارٹی اپنے آپ کو صرف زبانی مذمتوں تک محدود پاتی ہے، جبکہ قابض وجود کا ایجنڈا اس کی حقیقی سیاسی اہمیت کو بھی چھینتا جا رہا ہے۔

دوسری جانب، یہودی وجود کے اپنے اندر موجود تحقیقی مراکز خبردار کر رہے ہیں کہ اگر فلسطینی اتھارٹی کا خاتمہ ہو جائے، چاہے وہ داخلی دھچکا ہو یا صہیونی سرپرستی میں مکمل بغاوت کے ذریعے، تو اس سے ایک خطرناک خلاء پیدا ہو جائے گا، جس کے نتائج سب کے لئے شدید ہوں گے، یہاں تک کہ خود یہودی وجود کے لئے بھی۔ آخر ان کے لئے ایسا کیوں ہو گا؟ کیونکہ فلسطینی اتھارٹی کا کردار، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ صہیونی فوج سے بھی زیادہ بڑھ کر قابض وجود کی حفاظت کرنا رہا ہے! اگر فلسطینی اتھارٹی نہ رہے، تو ایک عوامی انقلاب پھوٹ سکتا ہے، کیونکہ فلسطینی عوام مذاکراتی عمل سے مکمل طور پر مایوس ہو جائیں گے۔ مزید یہ کہ فلسطینی اتھارٹی کے لاکھوں مسلح سکیورٹی اہلکار جن کی جب تنخواہیں بند ہو جائیں گی تو وہ یہودی وجود کے ساتھ سکیورٹی تعاون کرنے کے بجائے مجبوراً مزاحمت میں شامل

ہو سکتے ہیں۔ فلسطینی اتھارٹی کا خاتمہ "معاہدوں کے عہد" کے اختتام اور "امن معاہدہ" کے فلسفے کی ناکامی کا بلند اعتراف ہو گا جو کہ عرب ریاستوں اور یہودی وجود کے درمیان نارملائزیشن کے عمل کو بھی مؤخر کر سکتا ہے۔

یہودی وجود کے لیے اس کا مطلب ہو گا کہ اسے ویسٹ بینک اور غزہ میں لاکھوں فلسطینیوں کی زندگیوں کا براہِ راست انتظام سنبھالنا پڑے گا جو کہ اس کے لئے انتہائی بھاری مالی اور سکیورٹی بوجھ ثابت ہو گا۔ بالالفاظِ دیگر، نیتن یاہو کی حکومت کا "گریٹر اسرائیل" کے خواب کی طرف بڑھنا، چاہے فلسطینی اتھارٹی کو بے دخل کر کے ہو یا اسے گرا کر، خطے میں ایک خطرناک سکیورٹی اور علاقائی انتشار کے دروازے کھول سکتا ہے، جس کے تکلیف دہ نتائج ہو سکتے ہیں۔ لیکن نیتن یاہو جان بوجھ کر اس کو نظر انداز کر رہا ہے، تاکہ انتہاپسند آبادکاروں کو خوش کرے اور اپنی سیاسی بقا کو یقینی بنائے۔

اوسلو معاہدہ کے بعد سے ویسٹ بینک میں ہر چھٹے فلسطینی نے اس فلسطینی اتھارٹی کی سکیورٹی فورسز میں کام کیا ہے، جو تعلیم اور صحت کے مجموعی اخراجات سے زیادہ سکیورٹی پر خرچ کرتی ہے۔ اس کا سالانہ سکیورٹی بجٹ ایک ارب ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے، جو اس کے کل بجٹ کا 28 فیصد بنتا ہے۔ دسمبر 2024ء میں جنین میں، فلسطینی اتھارٹی کی جانب سے مجاہدین کے خلاف کی جانے والی مہم کے دوران شدید جھڑپیں ہوئیں، جن کے نتیجے میں جنین کے مجاہدین شہید ہوئے۔ اس سے ایک بار پھر یہ بات واضح ہوئی کہ سکیورٹی قیادت کمزور ہے اور عوامی حمایت سے محروم ہے، اور فلسطینی اتھارٹی پر یہ الزام بڑھ گیا کہ وہ فلسطینی عوام کے بجائے یہودی وجود کے "تحفظ و سکیورٹی" کا آلہ بن چکی ہے۔

فلسطینی اتھارٹی کی اپنے ہی عوام کے خلاف بڑھتی ہوئی جبر کی کارروائیاں کسی بھی طرح کم خطرناک نہیں۔ صرف 2015ء میں، 1,274 سے زائد جبری گرفتاریاں اور 1,089 طلبی نوٹس جاری کیے گئے، جنہیں سکیورٹی کے بہانے کے تحت کیا گیا تھا مگر ان کے پیچھے کوئی حقیقی الزامات موجود نہ تھے۔ ان گرفتار شدگان میں طلبہ، انسانی حقوق کے کارکن اور سیاسی مخالفین شامل تھے۔ رپورٹ شدہ واقعات میں فلسطینی اتھارٹی کی جیلوں میں تشدد کے کیسز بھی شامل تھے۔ رائے عامہ کے ادارے، جیسے (Jerusalem Center for Political Studies PCPSR) نے نشاندہی کی کہ ویسٹ بینک کے 79 فیصد فلسطینی یہ سمجھتے ہیں کہ فلسطینی اتھارٹی کے اداروں میں کرپشن پائی جاتی ہے، جس سے عوامی اعتماد میں شدید کمی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی باعث فلسطینی اتھارٹی کو ایک قومی حقوق کے محافظ کے بجائے "کرپٹ دولت کے تحفظ گاہ" کے طور پر دیکھا جانے لگا ہے۔

ایک ادارے Arab Barometer کے 2021–2022 کے سروے کے مطابق، 85 فیصد فلسطینیوں نے تصدیق کی کہ فلسطینی اتھارٹی میں "بڑے پیمانے پر یا معتدل سطح" پر کرپشن موجود ہے، جبکہ 62 فیصد سے زائد شہریوں نے فلسطینی اتھارٹی کو "عوام پر

بوجھ" قرار دیا۔ یہ عوامی غصہ اس تناظر میں بالکل فطری ہے جہاں فلسطینی اتھارٹی کے ادارے بکھر رہے ہیں اور کرپشن جڑیں پکڑ چکی ہے۔ اوسلو معاہدہ کے بعد سے فلسطینی اتھارٹی نے اپنے تمام تر وسائل صرف یہودی وجود کی حفاظت، اندرونی مخالفت کو دبانے، اور آوازوں کو خاموش کرنے پر لگا دیئے، یہاں تک کہ اس کی سکیورٹی ایجنسیاں اپنی قوم کے تحفظ کے بجائے اس کی مزاحمت کو کچلنے میں مصروف ہو گئیں۔

دوسری جانب، یہودی وجود نے فلسطینی اتھارٹی کو اپنے وجود کے لئے پل بنا کر اس سے بے حد فائدہ اٹھایا ہے، اسے اپنی ریاست کے لئے پل بنا کر۔ فلسطینی اتھارٹی نے دو متضاد مگر نہایت مہلک کردار ادا کئے جو قابض وجود کے لیے بہت مفید رہے ہے: ایک طرف تو یہ اتھارٹی قابض وجود کی جانب سے اس کے خلاف ہونے والی مزاحمت کو کچلتی رہی ہے، دوسری طرف قابض وجود کو تحفظ فراہم کرتی رہی ہے اور اپنے ہی عوام کو دباتی رہی ہے، کرپشن پر پردے ڈالتی ہے، جبکہ صہیونی وجود نے مزید علاقوں کو ہڑپ کرنا جاری رکھا ہوا ہے۔ اس زہریلی مثلث میں فلسطینی اتھارٹی عملاً قابض وجود کا آلہ کار بن چکی ہے، یعنی ایک ایسی پیشگی سکیورٹی باڑ جو وہ سب کچھ کرتی ہے جو دوسرے حالات میں صہیونی فوج کو خود کرنا پڑتا۔ یہ اتھارٹی مزاحمت کاروں کا پیچھا کرتی ہے، انتقادہ کے سرچشمے کاٹتی ہے اور مخالفین کا شکار کرتی ہے، اس اتھارٹی کے ادارے قابض وجود کے ہاتھوں میں انتظامی و سکیورٹی اوزار بن چکے ہیں، جو اُس کے علاقوں کی حفاظت کرتے ہیں، اور اس کی توسیع کے لیے محفوظ ماحول فراہم کرتے ہیں، جبکہ اپنی ہی قوم کو بے روزگاری، بھوک، افلاس اور گولیوں کے سامنے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

"گریٹر اسرائیل" کا منصوبہ صرف فلسطین کو ہی اپنی لپیٹ میں نہیں لیتا بلکہ یہ منصوبہ پڑوسی ممالک جیسے اردن اور مصر کے وجود کے لیے بھی براہِ راست خطرہ ہے۔ یہ منصوبہ وادی عربہ (1994) اور کیمپ ڈیوڈ (1979) جیسے ان امن معاہدوں کی بھی بیخ کنی کرتا ہے، جنہوں نے بین الاقوامی سرحدوں کو تسلیم کر رکھا تھا۔ جب نیتن یاہو اردن اور سینا کے حصوں کو ضم کرنے کی بات کرتا ہے، تو وہ دراصل ان معاہدوں کو کالعدم قرار دینے کا عندیہ دیتا ہے۔ نیتن یاہو کی حکومت کے بعض انتہاپسند ارکان نے تو فلسطینیوں کے لیے اردن میں "متبادل وطن" کا خیال بھی پیش کر دیا ہے، جس کے تحت یہ اشارہ دیا گیا کہ مشرقی ویسٹ بینک کو فلسطینی مسئلے کے آخری حل کے طور پر شامل کیا جاسکتا ہے۔

یہ معاملہ اردن کے لیے نہایت تشویشناک ہے، جو ویسٹ بینک کو اپنی سکیورٹی کے لیے ایک اہم اسٹریٹیجک محاذ کے طور پر سمجھتا ہے۔ مگر اردن کی طرف سے ردِ عمل نہایت کمزور اور کھوکھلے بیانات تک ہی محدود رہا بجائے اس کے کہ کوئی ٹھوس اقدامات اٹھائے جاتے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کے وجود کو لاحق اس خطرے کے پیشِ نظر، اردن کو چاہیے تھا کہ جرأت مندانہ اقدامات کرے،

جیسا کہ :عمان سے صہیونی سفیر کو نکال باہر کرتا، اپنے سفیر کو تل ابیب سے واپس بلا لیتا، یہودی وجود کے ساتھ سفارتی تعلقات مکمل طور پر منقطع کر دیتا، وادی عربہ معاہدہ اور اس کی سیاسی، سکیورٹی و معاشی شقوں کو معطل کرتا، اور سب سے اہم، اردن کو چاہئے تھا کہ اس سکیورٹی تعاون کو ختم کر دیتا جس نے برسوں سے قابض وجود کو سرحدی تحفظ فراہم کر رکھا ہے، نیز اُس گیس معاہدے کو بھی منسوخ کرتا جو اردنی عوام پر معاشی بوجھ بنا ہوا ہے۔

اردن کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے زیرِ انتظام، مسجدِ الاقصیٰ میں صہیونی دراندازیوں کو روکنے کے لیے زیادہ مضبوط سیاسی عزم دکھاتا۔ یہ زیادہ مناسب ہوتا کہ اردنی فوج عملی اقدام کرتی، تاکہ یہ واضح ہو جاتا کہ ملک یہودی وجود کے لیے کوئی آسان ہدف نہیں ہے، خاص طور پر 7 اکتوبر کے بعد، جب حماس اور اسلامی جہاد نے غزہ میں صہیونی فوج کو ذلت آمیز شکست دی۔ اردنی فوج، جس نے 1968ء کے معرکہ الکرامۃ میں یہودی وجود کو شکست دی تھی اور اس سے پہلے مشرقی یروشلم کے سقوط کو روکا تھا، اسے تو یہ کرنا چاہیے تھا کہ غزہ کے ساتھ یکجہتی میں صہیونی وجود کے خلاف ایک محاذ کھول دیتی۔

اردنی حکومت کو یہ بھی کرنا چاہیے تھا کہ وہ اپنے عوام کو فلسطین کی حمایت میں آزادانہ احتجاج کی اجازت دیتی، تاکہ سڑکوں پر قوت کا اظہار ہو اور یہودی وجود اور اس کے امریکی آقاؤں پر دباؤ ڈالا جا سکے۔ ان عوامی تحریکوں کو دبانے کے بجائے، اردن انہیں ایک مؤثر مزاحمتی قوت کے ذرائع میں تبدیل کر سکتا تھا۔ "گریٹر اسرائیل" کے تصور کے جواب میں اردنی حکومت سے کم از کم یہ توقع تھی کہ وہ قومی وقار اور خود مختاری کا مضبوط مؤقف ہی اختیار کر لیتی، نہ کہ محض خالی خولی سفارتی بیانات پر اکتفا کرتی۔

اس تناظر میں، اردن کے وزیرِ خارجہ ایمن الصفدي کا بیان ایک "سرد سفارتی ردعمل" کا عکاس تھا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ صہیونی اقدامات نہ تو اردن اور نہ ہی عرب دنیا کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور نہ ہی فلسطینی حقوق پر اثرانداز ہوں گے۔ ان کا یہ بیان ایک معمول کی پریس ریلیز محسوس ہوا، نہ کہ ایک سنجیدہ ردعمل جو سامنے آن موجود خطرے کی صورت میں ہو۔

یہودی وجود کے ساتھ امن معاہدہ کرنے والا پہلا عرب ملک ہونے کے ناطے، مصر بھی ایک بڑے تزویراتی مخمصہ کا شکار ہے۔ جب نیتن یاہو صحرائے سینا کے بارے میں اپنے عزائم کا عندیہ ظاہر کرتا ہے یا دانستہ طور پر مصر کے علاقائی کردار کو نظرانداز کرتا ہے، تو وہ درحقیقت مصر اور یہودی وجود کے مابین دہائیوں پر محیط تعاون کو یکسر مسترد کر رہا ہوتا ہے۔ مصری حکومت کا ردعمل بھی اردن جیسا ہی بودا، کمزور اور گنگ ہے، محض مذمتی بیانات، مذاکرات کی اپیلیں، اور پرانے "امن معاہدہ" کی دہائی، حالانکہ دہائیوں کے ناکام مذاکرات صہیونی نیتوں کو بے نقاب کر چکے ہیں۔ نیتن یاہو کے حالیہ اقدامات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہودی وجود نہ تو معاہدوں کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ہی کسی وعدوں کو خاطر میں لاتا ہے، بلکہ اس کا ہدف دریائے فرات سے دریائے نیل تک پھیلاؤ ہے۔

مصر کو اصل میں یہ خوف لاحق ہے کہ صہیونی انتہا پسندی کے باعث کہیں یہ خطہ ایک بار پھر بھڑکتی ہوئی جنگوں کی طرف نہ لوٹ جائے، جو خود مصر کے اندرونی نظم و نسق اور اس کی عوام پر مصر کی ریاستی گرفت کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ مصری عوام کے غصے میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے، خاص طور پر اس تاثر کی وجہ سے کہ مصر اور یہودی وجود کے درمیان غزہ کے محاصرے میں خفیہ تعاون پایا جاتا ہے۔ غزہ کی حالیہ جنگ کے دوران، قاہرہ کو شدید عوامی تنقید کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ اس پر الزام لگا کہ وہ یہودی وجود کے ساتھ مل کر غزہ کا محاصرہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ تاثر پایا گیا کہ مصر نے امریکہ اور یہودی وجود کے ساتھ اپنی ترجیحات کے باعث، غزہ میں اُن کے استعماری منصوبوں کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کر لی ہے۔ مصر کی حمایت کے باوجود، یہودی وجود نے غزہ پر حملے جاری رکھے اور مصر کی کوششوں کا قطعی کوئی لحاظ نہ کیا۔

پھر نیتن یاہو نے صحرائے سیناء کے معاملے پر مصر کی خود مختاری کو خطرے میں ڈال کر اور اس کے علاقائی کردار کو چیلنج کرتے ہوئے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ یہ اس تمام تر معاونت کی کھلی توہین ہے جو مصر عرصۂ دراز سے یہودی وجود کو فراہم کرتا چلا آیا ہے۔ مثال کے طور پر، مصر نے یہودی وجود کو کھلی چھوٹ دی کہ وہ غزہ اور مصر کے درمیان سرحدی علاقہ، فلاڈیلفی کوریڈور پر بغیر کسی مزاحمت کے اپنا مؤقف مسلط کر لے۔ مئی 2024ء میں صیہونی فوج نے فلاڈیلفی کوریڈور پر کنٹرول حاصل کرنے کا دعویٰ کر دیا، جو واضح طور پر کیمپ ڈیوڈ معاہدے کی خلاف ورزی تھی، لیکن مصر کسی حقیقی عملی کارروائی کے بغیر صرف ایک کمزور سا احتجاج ہی کر پایا۔

مصر اور غزہ کے درمیان رفح سرحدی گزرگاہ گھٹن کا ایک ذریعہ بن چکی ہے، کیونکہ روزانہ کی بنیاد پر صرف چند ٹرکوں کو گزرنے کی اجازت دی جاتی ہے، جبکہ سینکڑوں ٹرک وہاں سڑنے کے لیے چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ مصر اکثر کھوکھلے جواز تراش کر رفح سرحدی گزرگاہ کو کئی کئی دنوں یا حتیٰ کہ ہفتوں تک بند رکھتا ہے، جس کے نتیجے میں ہزاروں بیمار اور بھوکے لوگ پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ جنگ بندی کے مذاکرات میں، مصر نے اس معاہدے میں ہیرا پھیری کی جس پر یہودی وجود اتفاق کر چکا تھا، شرائط میں تبدیلی کر کے اور انہیں حماس کو بھیج کر، جس کے باعث معاہدہ ناکام ہو گیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصر نے کیسے کیسے حربوں سے حل کو روکنے اور صیہونی مقاصد کو آسان بنانے میں کردار ادا کیا ہے۔

مختصر یہ کہ، مصر نے وہاں کے عوام کا محافظ بننے کے بجائے غزہ کی ناکہ بندی میں شریک بننے کا انتخاب کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مصر کی پالیسیاں فلسطینی عوام اور پوری مسلم دنیا کے لیے ایک بوجھ بن گئی ہیں، جبکہ اسرائیل کو اس سے اسٹریٹجک فائدہ پہنچا ہے۔

اور جہاں تک الشام کا تعلق ہے تو شام کی صورتحال بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں، اگرچہ وہ وقتی طور پر یہودی وجود کے ساتھ باضابطہ تعلقات معمول پر لانے کے دائرے سے باہر ہے۔ "گریٹر اسرائیل" کا منصوبہ، اپنی مختلف صورتوں کے لحاظ سے مقبوضہ گولان کی پہاڑیوں اور جنوبی شام کے کچھ حصوں کو اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم کا حصہ بناتا ہے۔ بہرحال اب یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی کہ شامی حکومت دوہری کمزوری کی واضح مثال پیش کرتی ہے، کیونکہ جب ایک طرف صیہونی فضائی حملے مسلسل شامی دارالحکومت اور اس کے ہوائی اڈوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، اور یہودی وجود مشرقی شام میں علیحدگی پسند قوتوں کی مدد کر رہا ہے، تو اس کے باوجود بھی شامی حکومت کو امریکی ہدایات پر اپنے دشمن کے ساتھ براہِ راست مذاکرات کرنے میں کوئی مسئلہ نظر نہیں آتا۔ نہ تو کوئی جوابی میزائل فائر ہوتے ہیں، نہ اسرائیلی دراندازیوں کو روکنے کے لیے کوئی اقدام کیا جاتا ہے، بس چپ سادھ لی گئی ہے۔ شام کی طرف سے یہی خاموشی نیتن یاہو کو وہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ غزہ میں ناکام ہونے کے بعد شام میں کوئی کامیابی حاصل کرے تاکہ خود کو طاقتور ثابت کر سکے۔ یہ شامی حکومت طوفان کے سامنے سر جھکانے کی عادی ہو چکی ہے، یہاں تک کہ اس کا جھکا ہوا سر دشمن کے سامنے ذلت آمیز اطاعت میں بدل گیا ہے۔ اس حکومت کا واحد عذر یہ ہے کہ "طاقت کا توازن اجازت نہیں دیتا"، مگر اسی عذر نے قابض وجود کو آسانی فراہم کر رکھی ہے اور یہودی وجود کو شام کی فضاؤں اور زمین پر مکمل آزادانہ طور پر دندنانے کی جرأت دے دی ہے۔ اس شامی حکومت کا رویہ یہودی وجود کے حوالے سے صرف 1974ء کے گولان علیحدگی معاہدے کی بحالی اور سرحدوں پر استحکام تک ہی محدود ہے۔

## تعلقات نارملائز کرنے والی حکومتیں: کھوکھلی مذمتیں اور مسلسل جاری چاکری

یہ تمام واقعات قابض صیہونی حکومت اور اس کے عرب اتحادیوں کے مابین بگڑتے ہوئے تعلقات کو ظاہر کرتے ہیں، وہ اتحادی جنہوں نے یا تو یہودی وجود کے ساتھ تعلقات نارملائز کئے یا سکیورٹی معاملات میں اس کے ساتھ تعاون جاری رکھا۔ یہ بات تو بہرحال واضح ہے کہ یہودی وجود ان خدمات اور ضمانتوں کی قطعی کوئی قدر نہیں کرتا جو ان حکومتوں نے برسوں سے اسے فراہم کئے رکھی ہیں۔ اس کے برعکس، نیتن یاہو اور اس کے حواری ان حکمرانوں کی اطاعت کو ایک "گرین سگنل" کے طور پر لیتے ہیں تاکہ اپنے جارحانہ منصوبوں کو مزید آگے بڑھایا جا سکے۔ اور بھلا ایسا کیوں نہ ہو، جب ہم نے غزہ کی جنگ (2023–2025ء) کے دوران دیکھا کہ کچھ عرب حکومتوں نے براہِ راست یا بالواسطہ طور پر یہودی وجود کی حمایت جاری رکھی۔ بعض حکومتوں نے اپنے عوام کی غصے بھری آوازوں کو دبا دیا، اپنی افواج کو حرکت میں آنے سے روک دیا، اور غزہ کی حمایت میں کسی حقیقی اقدام کو روکے رکھا۔ حتیٰ کہ فلسطینی اتھارٹی نے بھی ویسٹ بینک میں قابض اسرائیل کے ساتھ سکیورٹی کے حوالے سے تعاون جاری رکھا، اور یکجہتی تحریکوں کو دبا دیا، جبکہ

صیہونی فوج روزانہ کی بنیاد پر غزہ میں قتلِ عام کر رہی تھی۔ ان حکومتوں کا خیال تھا کہ ان کی خدمات انہیں تل ابیب یا واشنگٹن کے لیڈران کی نظروں میں مقام دلائیں گی، یا ان کے چند گنے چنے مفادات کو تحفظ دے دیں گی۔ تاہم، نیتن یاہو کا جواب بہت جلد ہی آ گیا: یعنی کسی کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کی پرواہ کیے بغیر وہ اپنے استعماری منصوبے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

غداری کا منظر ایک بار پھر دہرایا جا رہا ہے: برسوں پہلے متحدہ عرب امارات (یو اے ای) اور بحرین نے فلسطینی مقصد سے غداری کے بدلے یہودی وجود کے ساتھ مکمل تعلقات نارملائز کرنے کا سودا کیا تھا، اس امید پر کہ وہ یہودی وجود کے مزید قبضہ کرنے کی خواہش کو روک سکیں گے۔ تاہم، وہ شرائط محض دھوئیں کا مرغولہ ثابت ہوئیں، کیونکہ نیتن یاہو کی حکومت نے بے رحمی سے اپنے قبضہ کو وسعت دینا جاری رکھا اور غیر قانونی چوکیوں کو قانونی حیثیت دی۔ درحقیقت، یہودی وجود نے 2023ء میں ہی تقریباً ویسٹ بینک کے بڑے حصوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا، جسے صرف ابراہام معاہدوں کو محفوظ کرنے کے لیے عارضی طور پر مؤخر کیا گیا۔ یہودی وجود نے کبھی بھی ان معاہدوں کو کوئی اہمیت نہیں دی، سوائے اس کے کہ جب وہ اس کے اپنے فوری مفادات کے حق میں ہوں۔ صیہونی وزیر بیزالیل سموٹریچ نے تو کھلے عام اعلان کر دیا کہ "فلسطینی قوم" جیسی کوئی شے ہے ہی نہیں، اور یہ بات اس نے اس وقت کہی جب وہ ایک ایسے نقشے کے سامنے بیٹھا تھا جس میں اردن اور فلسطین دونوں کو "گریٹر اسرائیل" کا حصہ دکھایا گیا تھا، اور یہ بات یہودی وجود کے نارملائزڈ اتحادیوں کے لیے ایک اشتعال انگیز توہین تھی، حتیٰ کہ قریب ترین والے اتحادیوں کے لئے بھی۔

وہ حکومتیں جنہوں نے یہودی وجود کے ساتھ تعلقات نارملائز کئے یا سیکیورٹی کے معاملات میں اس کے ساتھ تعاون کیا، وہ اب خود کو ذلت اور استحصال کی دلدل میں ڈوبا ہوا پاتی ہیں۔ جب کہ نیتن یاہو فخر سے "تاریخی اور روحانی مشن" کا دعویٰ کرتا ہے تاکہ صیہونی خواب کو پورا کیا جا سکے، اور "اسرائیل" کو عرب خودمختاری کی قیمت پر وسعت دی جا سکے، ان عرب دارالحکومتوں کی جانب سے صرف خالی مذمتی بیانات ہی سامنے آتے ہیں، جو بے اثر اور بے معنی ہیں۔ ہم نے آج تک کوئی ایسا واقعہ نہیں دیکھا کہ کسی صیہونی سفیر کو ملک سے نکالا گیا ہو، یا کوئی معاہدہ معطل کیا گیا ہو، کوئی انٹیلی جنس تعاون منجمد کیا گیا ہو، یا اسرائیل کو اپنی بقا کو جاری رکھنے سے روکنے کے لیے کوئی اہم لاجسٹک پل منقطع کیا گیا ہو۔ یہ مکمل خاموشی ہی وہ شے ہے جو یہودی وجود کو ان حکومتوں کو مزید بے توقیر کرنے کی جرأت دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، صیہونی انتہا پسند وزیر برائے قومی سلامتی ایتامار بن گویر نے اپنے عہدہ سنبھالنے کے بعد سے صیہونی پولیس کی حفاظت میں چھ مرتبہ مسجد الاقصیٰ پر دھاوا بول دیا، اور مقدس مقامات پر اردن کی تاریخی نگہبانی کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا۔ اردن کی وزارتِ خارجہ نے ان کارروائیوں کو "جان بوجھ کر اشتعال انگیزی" اور مسجد الاقصیٰ کی تاریخی و قانونی حیثیت کی خلاف ورزی قرار دیا، لیکن پھر بھی یہودی وجود اپنی مرضی زبردستی مسلط کرتا رہا، اور اردن کی طرف سے کبھی کوئی حقیقی ردِ عمل سامنے نہیں آیا۔

یہ بات تو کھل کر واضح ہو چکی ہے کہ یہودی وجود اب کسی بھی وعدے یا معاہدے کی قطعی کوئی قدر نہیں کرتا، اگر وہ اس کے توسیع پسندانہ عزائم کے خلاف ہوں۔ حتیٰ کہ یہودی وجود تو اپنے قریب ترین عرب اتحادیوں کے مفادات کو بھی روندنے کے لیے تیار ہے اگر وہ اس کے استعماری منصوبے کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ ان حکومتوں کا ردِ عمل اپنی اس ذلت و توہین کے مقابلے میں انتہائی ناقص ہے۔ یہ حکومتیں صرف میڈیا میں مذمتی بیانات دینے اور عالمی برادری سے اپیلیں کرنے تک ہی محدود رہتی ہیں، بجائے اس کے کہ وہ ایسے مضبوط مؤقف اختیار کریں جو خود مختاری اور قومی وقار کا دعویٰ کرنے والی اقوام کے شایانِ شان ہوں۔

## امریکی اور مغربی مؤقف: مفادات کا تحفظ یا پردہ پوشی؟

عالمی سطح پر "گریٹر اسرائیل" منصوبہ نے اپنے مغربی اتحادیوں کو ایک تذبذب کی صورتحال میں لا کھڑا کیا ہے۔ ایک طرف تو امریکہ اور یورپی ممالک سیاسی و عسکری حمایت کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی فورمز میں یہودی وجود کو سفارتی تحفظ فراہم کرنا جاری رکھے ہوئے ہیں، جبکہ دوسری طرف وہ صیہونی توسیع پسندانہ بیانات کے خطے کے استحکام پر پڑنے والے خطرناک اثرات سے انکار بھی نہیں کر سکتے۔ ہم نے نیتن یاہو کے وزراء کے اقدامات کے بعد واشنگٹن سے جاری ہونے والے غیر معمولی بیانات کا بھی مشاہدہ کیا ہے: امریکی محکمہ خارجہ نے صیہونی وزیر بیزالیل سموٹریچ کے اس بیان کو "قابلِ نفرت" اور "گھناؤنا" قرار دیا،، جس میں اس نے فلسطینی قصبے حوارہ کو مٹانے کی بات کی تھی، اور پورے گاؤں کو تباہ کرنے کے اس کے نعروں کو "تشدد پر اکسانا" کہا۔ امریکہ نے سموٹریچ کے اس بیان کی بھی مذمت کی جس میں اس نے فلسطینی قوم کے وجود کو ہی مسترد کر دیا تھا، امریکہ نے اس بیان کو "غلط" اور "خطرناک" قرار دیا۔ حتیٰ کہ امریکی انتظامیہ نے حالیہ کنیسٹ قانون سازی پر بھی تنقید کی، جس کے تحت 2005ء میں خالی کی گئی چار بستیوں میں دوبارہ آبادکاری کی اجازت دی گئی ہے، امریکہ نے اسے "اشتعال انگیز اقدام" قرار دیا جو واشنگٹن سے کیے گئے صیہونی وعدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے اور دو ریاستی حل کو مزید دور کر دیتا ہے۔

یہ بیانات اگرچہ نسبتاً سخت ہیں، لیکن یہ واشنگٹن کی جانب سے نیتن یاہو حکومت کے غیر ذمہ دارانہ رویے پر حقیقی تشویش کو ظاہر کرتے ہیں۔ امریکہ نے دہائیوں تک ایک علاقائی سلامتی کا ڈھانچہ قائم کرنے میں سرمایہ لگایا ہے، جو بظاہر دو ریاستی حل پر مبنی تھا، تاکہ اپنے مفادات کا تحفظ کر سکے۔ اب نیتن یاہو یکطرفہ اقدامات کے ذریعے اس ڈھانچے کو منہدم کر رہا ہے، جو مکمل جنگ کے خطرے کو بڑھا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اعلیٰ طبقاتی امریکی میڈیا، جو روایتی طور پر صیہونیت کا حمایتی رہا ہے، وہ بھی اب خطرے کی گھنٹیاں بجا رہا ہے۔

مشہور صحافی تھامس فریڈمین نے 29 جولائی 2025ء کو نیو یارک ٹائمز میں شائع ہونے والے ایک مضمون بعنوان، " How Netanyahu Played Trump for a Fool in Gaza," میں لکھا کہ "اس کی اسرائیلی حکومت ایسے طرزِ عمل اختیار کر رہی ہے جو خطے میں امریکہ کے بنیادی مفادات کے لیے خطرہ ہیں"۔ فریڈمین نے اس سے بھی آگے بڑھ کر صدر سے کہا کہ "نیتن یاہو ہمارا دوست نہیں ہے"۔ اس نے واضح کیا کہ نیتن یاہو کا اصل ایجنڈا صاف ظاہر ہے، یعنی: ویسٹ بینک کا انضمام، غزہ کے رہائشیوں کو بے دخل کرنا، اور وہاں دوبارہ بستیوں کی تعمیر کرنا۔ یہ تمام اقدامات گزشتہ کئی دہائیوں سے امریکی حکمتِ عملی کی بنیاد یعنی "دو ریاستی حل" کے نظریے کے بالکل منافی ہیں۔ فریڈمین نے خبردار کیا کہ نیتن یاہو کا غزہ کے لیے منصوبہ، جو مستقل قبضے اور فلسطینیوں کو اجتماعی ہجرت پر مجبور کرنے پر مبنی ہے، تو وہ منصوبہ "ایک مستقل شورش کا نسخہ ہے — بحیرہ روم پر ایک نیا ویتنام"۔ اس نے مزید تنبیہ کی کہ اگر صیہونی اس پالیسی کو جاری رکھتے ہیں تو ان پر جنگی جرائم کے الزامات لگ سکتے ہیں، اور یہ طرزِ عمل امریکہ کے اتحادیوں، جیسے اردن اور مصر، کو غیر مستحکم کر دے گا، جو کہ ایک انتہائی اہم اور تشویشناک نکتہ ہے۔ یہاں تک کہ امریکی اشرافیہ بھی تسلیم کر رہی ہے کہ کیمپ ڈیوڈ اور وادی عربہ کے معاہدے نیتن یاہو کی پالیسیوں کے باعث خطرے میں ہیں۔ فریڈمین کی واشنگٹن کو دی گئی کھلی وارننگ بالکل شفاف اور واضح تھی: "اگر نیتن یاہو کو نہ روکا گیا، تو مستقبل میں یہودی وجود ایک تنہا، ناپسندیدہ ریاست بن جائے گی"۔

اسی طرح، یورپی پارلیمنٹ اور اقوامِ متحدہ نے بھی اپنے مؤقف میں تنقید کا لہجہ سخت کر لیا ہے۔ 2023ء کے اواخر میں، اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بھاری اکثریت سے ایک قرارداد منظور کی، جس میں "اسرائیل" سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ایک مقررہ مدت کے اندر اندر اپنے قبضے کو ختم کرے، اور اس معاملے کو عالمی عدالتِ انصاف (ICJ) کے حوالے کیا گیا۔ عدالت کی مشاورتی رائے میں قرار دیا گیا کہ "اسرائیل" کی فلسطینی علاقوں میں موجودگی غیر قانونی ہے، اور قابض علاقوں میں توسیع کو جاری رکھنا، نسل پرستی یا نسل کشی کے مترادف ہو سکتا ہے۔

عالمی فوجداری عدالت (ICC)، جو ہیگ میں واقع ہے، اس نے اگرچہ محدود حد تک جرأت کا مظاہرہ کیا، لیکن پھر بھی اس نے نیتن یاہو اور اس کے وزیرِ دفاع گیلنٹ کے خلاف غزہ میں جنگی جرائم کے الزامات پر گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے۔ یہ بین الاقوامی مؤقف قانونی اور اخلاقی طور پر اگرچہ اہم تو ضرور ہیں، لیکن وہ یہودی وجود کی ڈھٹائی و تکبر اور امریکہ کے ہمیشہ سے تیار "ویٹو" کے سامنے آ کر رک جاتے ہیں۔ نیتن یاہو مغربی دنیا کے روایتی جانبدارانہ رویے اور پابندیاں عائد کرنے کی حقیقی نیت کی کمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے منصوبے کو ایسے جاری رکھے ہوئے ہے جیسے یہ تنقیدیں صرف میڈیا کے لیے چائے کی پیالی میں طوفان کی مانند ہوں۔ شاید عرب ممالک کے کمزور سرکاری ردِ عمل نے واشنگٹن اور یورپی دارالحکومتوں کو کوئی حقیقی دباؤ دینے کی طرف سوچنے کی بجائے محض رسمی

مذمت کے بیانات پر اکتفا کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔ ان دارالحکومتوں کو بخوبی علم ہے کہ صیہونی توسیعی منصوبوں کے "براہِ راست نشانے"، جن میں عرب حکومتیں اور دیگر شامل ہیں، وہ اپنی حفاظت کے لیے کوئی مؤثر اقدام نہیں کریں گی۔ یوں مغربی مؤقف عملی طور پر شریکِ جرم بن جاتا ہے: وہ الفاظ میں تو تنقید کرتے ہیں، مگر عمل میں اسلحہ فراہم کرتے ہیں، تاکہ اپنے فوری مفادات کو برقرار رکھ سکیں، جیسے یہودی وجود کے ساتھ اتحاد اور اپنے ملک میں فلسطینی ہمدرد عوام کو مطمئن کرنا، بغیر اس تاریخی چیلنج کا سامنا کیے جو "گریٹر اسرائیل" کے نظریے اور خطے و دنیا کے استحکام پر اس کے تباہ کن اثرات سے پیدا ہوتا ہے۔

## نتیجہ:

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ نیتن یاہو کے "گریٹر اسرائیل" کے بارے میں بیانات نے صیہونی وجود کی ستر پوشی کا آخری پردہ بھی ہٹا دیا ہے جو کہ اس وجود کی حقیقی پالیسیوں پر پردہ ڈالے ہوئے تھا۔ ان بیانات نے بلاشبہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ وجود اپنے توسیعی عزائم کی کوئی حد نہیں جانتا اور ایسے کسی معاہدے یا عہد کی پرواہ نہیں کرتا، جب وہ اس کے استعماری اور بے دخلی کے منصوبوں سے متصادم ہوں۔ یہ ایک فیصلہ کن لمحہ ہے جو اس وجود کی جارحانہ فطرت کو بغیر کسی نقاب یا آرائش کے بے نقاب کرتا ہے۔ یہ وجود خود کو ایک "مقدس تاریخی مشن" کی راہ پر سمجھتا ہے تاکہ اپنے صیہونی آباؤ اجداد کے خواب کو پورا کرے، چاہے اس کی قیمت ان حکومتوں کو چکانی پڑے جو طویل عرصے سے "اسرائیل" کے لیے ڈھال بنی ہوئی ہیں، اور اسے بقا، سلامتی اور زندگی کے وسائل فراہم کرتی رہی ہیں، حالانکہ لوگ اس سب کو مسترد بھی کرتے رہے ہیں۔

اسی دوران، اس بحران نے ان عرب حکومتوں کی ذلت اور پستی کو بھی نمایاں کیا ہے جو دشمن کے ساتھ تعاون کرنے میں کس حد تک گر چکی ہیں۔ اس تمام خدمات کے باوجود جو ان حکومتوں نے اس قابض وجود کی سکیورٹی اور اس کی حکومت کے استحکام کے لیے خفیہ اور اعلانیہ ہر ممکن طور پر انجام دی ہیں، لیکن انہیں اس کے بدلے میں کچھ نہ مل پایا سوائے حقارت و رسوائی کے۔ نیتن یاہو نے غزہ میں قتل و غارت کے دوران ان حکمرانوں کی طرف سے بغلگیر ہونے کے لئے آگے بڑھائے ہوئے ہاتھوں کو یکسر نظر انداز کر دیا، اور ان حکمرانوں کے اپنے عوام کے سامنے ان کی حالت زار کی کوئی پرواہ کیے بغیر ان کے وعدوں اور یقین دہانیوں کو ٹھوکر مار کر پرے کر دیا۔ واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قابض وجود کی "نیک نیتی" پر بھروسہ کرنے والوں کی امیدیں خسارے اور تباہی کا سودا ہیں۔ یہ قابض وجود صرف طاقت اور مفاد کی زبان سمجھتا ہے۔ یہ وجود صرف انہی کی عزت کرتا ہے جو اسے عزت کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور انہیں ٹھڈے مارتا ہے جو خود اس کے سامنے بچھے چلے ہیں۔

عرب حکمرانوں نے جو صیہونی وجود کے ساتھ تعلقات نارملائز کرنے کے لئے مرے جارہے تھے، یہ سوچتے ہوئے کہ یہودی وجود اور امریکہ کی دوستی ان کے اقتدار کو محفوظ رکھے گی اور خوشحالی لائے گی، انہیں اب صرف یہ جاننا باقی ہے کہ وہ تو فقط وقتی آلہ کار کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں صیہونی وجود اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد کچرے میں پھینک دے گا، لیکن ان حکمرانوں کے یہ جاننے کے لئے اب شاید بہت دیر ہو چکی ہے اور وہ شاید اعلانیہ اس کا اعتراف بھی نہ کر پائیں۔

اب جبکہ نیتن یاہو نے غزہ کے بہادر عوام کو فوجی طاقت سے شکست دینے میں ناکامی کے بعد "گریٹر اسرائیل" کے تصور کو دوبارہ زندہ کیا ہے، تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی عسکری ناکامی کو کمزور اور تابع فرمان عرب حکومتوں کی قیمت پر ایک جھوٹی سیاسی و نظریاتی فتح سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کی فوج غزہ کے چند ہزار نہتے مجاہدین کو تو شکست نہ دے سکی، اس لیے اب وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ ان حکومتوں کے خلاف کر رہا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اسے روکنے کی ہمت نہیں رکھتیں۔ یہ وہ تلخ حقیقت ہے جو ہمارے خطے کے عوام کو سمجھنی چاہیے۔ قابض یہودی وجود ایک دشمن وجود ہے، جو اپنے توسیعی عزائم کی راہ میں آنے والے کسی بھی اتحاد یا معاہدے کی پرواہ نہیں کرتا۔ جرم میں شریک ان حکومتوں پر یہ بھروسہ کرنا کہ یہ ہمارا تحفظ کریں گی، تو یہ سراسر ایک فریب ہے۔ مصر، اردن، شام اور فلسطینی اتھارٹی صیہونی پیش قدمی کو روکنے میں ناکام رہیں۔ انہوں نے غزہ کو اس کے مقدر کے حوالے کر دیا اور اس وقت بھی بے بس رہے جب ویسٹ بینک کو نگل لیا گیا اور القدس کو یہودیت میں بدل دیا گیا۔ تو ہم ان سے کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ پورے خطے میں پھیلتے ہوئے "گریٹر اسرائیل" منصوبے کو روک سکیں گے؟

تاریخ ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ ثابت کرتی جا رہی ہے کہ اسلامی اُمت کے حقوق تب ہی محفوظ ہو سکیں گے جب اُمت خود اٹھے گی اور نبوت کے طریقہ پر ایک خلافتِ راشدہ قائم کرے گی، وہ خلافت جو قابض وجود کو شیطان کی سرگوشیاں تک بھلا دے گی۔

جو حکومتیں دشمن کے سامنے سر جھکاتی ہیں انہوں نے خود کو تاریخ کے کوڑے دان میں ڈال دیا ہے۔ انہیں اسی طاقت کی طرف سے مزید ذلت ملتی ہے جسے وہ کبھی اپنا دوست اور محافظ سمجھتی تھیں۔ نیتن یاہو نے انہیں رسوائی میں مبتلا کر دیا ہے۔ کیا وہ اس بات کا ادراک کر لیں گے اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے؟ یا وہ اسی طرح دشمن کے آگے رینگتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ انہیں ایک طرف پھینک نہ دے جب وہ اس کے لیے فائدہ مند نہ رہیں گے؟

بہر حال، اس میں ایک لمحے کے لیے بھی کوئی شک نہیں کہ یہ حکمران دشمن کے آگے جھکتے ہی رہیں گے، کیونکہ یہی ان کا وطیرہ ہے، جب تک کہ عوام اٹھیں اور انہیں ہٹا نہیں دیتے اور عزت، شرف اور ایمان کا راستہ اختیار نہیں کر لیتے۔

اور اب ایک بات تو یقینی ہے: ”گریٹر اسرائیل“ صرف انہی تعلقات کو نارملائز کرنے والی حکومتوں کی بچی کھچی عزت کے کھنڈرات پر ہی تعمیر کیا جائے گا۔ اور مستقبل یہ بات بہت جلد ظاہر کر دے گا۔

[فہرست]

# شرعی نقطۂ نظر سے تنظیمی سرگرمیاں (العمل الحزبي)

فادي السلمي—ولایہ یمن

لفظ "حزب" (جماعت) کا لغوی معنی:

عربی لغت میں لفظ "حِزب" کے کئی معنی اور مفاہیم ہیں، جنہیں اہلِ لغت (یعنی زبان و قدیم معاجم کے ماہرین) نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل ہے:

جہاں تک اس لفظ کے اصل لغوی معنی کا تعلق ہے: لفظ "حزب" اپنی اصل میں ان لوگوں کے گروہ کو کہا جاتا ہے جو کسی ایک رائے یا مقصد کے گرد جمع ہوں۔

ابنِ فارس نے اپنی کتاب مقاییس اللغۃ میں فرمایا: "الحِزب: الجماعة من الناس، وأصله من الاجتماع والالتئام" یعنی "حزب" لوگوں کا ایک گروہ ہے، اور اس کی اصل اجتماع (اکٹھا ہونے) اور اتحاد سے ماخوذ ہے۔

الجوھری نے الصحاح میں ذکر کیا ہے: "الحِزب: الطائفة من الناس، وجمعها أحزاب" یعنی "حزب" لوگوں کے ایک طبقے یا گروہ کو کہا جاتا ہے، اور اس کی جمع "احزاب" ہے۔

لفظ "حزب" کے دیگر لغوی معانی:

حصہ یا نصیب: کہا جاتا ہے: "هٰذا حِزبي من الأمر" "یہ معاملے میں میرا حصہ ہے"، یعنی میرا نصیب میرا حصہ۔

وقت یا گھڑی: جب کوئی کہتا ہے: "قرأتُ القرآن في حِزبٍ من الليل" "میں نے رات کی ایک گھڑی میں قرآن پڑھا" یعنی رات کے ایک حصے میں۔

کتاب یا تحریر کا متعین جزو: جب کوئی کہتا ہے: "حِزب القرآن" یعنی "قرآن کا وہ حصہ جو تلاوت کے لیے مقرر کیا گیا ہو"۔

لفظ "حِزب" اور "حَزَب" کے درمیان فرق:

"حِزب" ('ح' پر کسر یعنی زیر اور 'ز' پر سکون) کا مطلب ہے لوگوں کی ایک جماعت یا گروہ۔

جبکہ "حزَب" ('ح' اور 'ز' دونوں پر فتح، زبر) اسم فعل ہے، جس کا معنی ہے جمع ہونا یا کوئی کام سرانجام دینا۔

لفظ "حزب" اصطلاحی طور پر مختلف شعبوں میں مختلف مفاہیم رکھتا ہے، خواہ وہ سیاسی ہوں، شرعی ہوں، تصوف سے متعلق ہوں یا معاشرتی۔ اصطلاحی استعمال کے حوالے سے اس کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے:

"حزب" جدید سیاسی اصطلاح کے معنی میں: تعریف: ایک منظم گروہ جو کسی مخصوص نظریے یا مشترکہ منشور پر قائم ہوتا ہے، جس کا مقصد اقتدار میں حصہ لینا یا سیاسی فیصلہ سازی پر اثر انداز ہونا ہو۔ خصوصیات: (حزب) اس کا ایک تنظیمی ڈھانچہ اور قیادت ہوتی ہے۔ یہ اقتدار حاصل کرنے یا حکومت پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

"حزب" تصوف اور انفرادی عبادت میں: صوفیانہ احزاب: یہ ایسے وظائف، اذکار یا دعائیں ہوتی ہیں جو کسی خاص صوفی سلسلے سے منسوب ہوں، جیسے: "حزب البحر" جو امام شاذلیؒ سے منسوب ہے۔ اسے ایک سیاسی تنظیم سے زیادہ ایک روحانی اجتماع سمجھا جاتا ہے۔

"حزب" انسانی معاشرت میں: ابنِ خلدونؒ نے اپنی کتاب "مقدمہ" میں "الحزب" کو اس گروہ کے طور پر بیان کیا ہے جو نسب، قبیلے یا مفادات کی بنیاد پر متحد ہو، جیسے قبائلی یا عسکری احزاب۔

"حزب" شرعی اصطلاح میں: شرعی اصطلاح میں "حزب" اس گروہ یا جماعت کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص طریقۂ کار یا نظریے پر ڈٹی ہوئی ہو، خواہ وہ درست ہو یا غلط۔ اس کے بارے میں شرعی حکم اس جماعت کے مقاصد اور ان کے شریعت سے مطابقت پر منحصر ہوتا ہے۔

شرعی لحاظ سے "حزب" کی تعریف:

شرعی اصطلاح میں "حزب" اس منظم جماعت یا گروہ کو کہا جاتا ہے جو کسی مخصوص منہج یا فکر سے وابستہ ہو، خواہ وہ شریعت کے مطابق ہو یا اس کے مخالف۔ یہ تعریف قرآنِ کریم، سنتِ نبوی ﷺ اور سلفِ صالحین کے فہم پر مبنی ہے۔

*شریعت میں "احزاب" کی اقسام*:

اللہ کی جماعت (حزبُ اللہ)، اہلِ حق:

یہ وہ مؤمنین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں، بدعات اور گمراہیوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

ان کی نمایاں صفات یہ ہیں: حق کی پیروی کرتے ہیں، بدعت نہیں کرتے۔ حق پر متحد رہتے ہیں، تفرقے میں نہیں پڑتے۔ اور ان کی وفاداری اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ، اُس کے رسول ﷺ اور اہلِ ایمان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَـٰلِبُونَ﴾ "اور جو شخص اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے، تو یقیناً اللہ کی جماعت (حزبُ اللہ) ہی غالب رہنے والی ہے" (سورۃ المائدۃ:56)

احزابِ شیطان، یعنی باطل کے لوگ:

یہ وہ تمام گروہ یا جماعتیں ہیں جو اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول ﷺ کی مخالفت کرتی ہیں، یعنی بدعت پر عمل کرنے والے، خواہشات کے پیروکار اور گمراہ فرقے۔ ان کی نمایاں صفات یہ ہیں: دین میں بدعتیں ایجاد کرنا۔ اختلاف اور تفرقہ پیدا کرنا، اور دین کے دشمنوں سے دوستی اور تعلق وابستہ رکھنا۔ اس کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ٱسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ فَأَنسَىٰهُمْ ذِكْرَ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ حِزْبُ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ﴾ **"شیطان نے ان پر غلبہ پالیا اور انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ یہی لوگ شیطان کی جماعت (حزب الشیطان) ہیں"** (سورۃ المجادلہ:19)

کسی "حزب" کے شرعاً جائز ہونے کی شرائط:

وہ لوگ کتاب و سنت پر استقامت دکھاتے ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ اور تفرقہ اور بدعت سے اجتناب برتتے ہیں۔ وہ لوگ نیکی اور تقویٰ پر باہمی تعاون، جبکہ گناہ اور زیادتی پر تعاون نہیں کرتے ہیں۔ اور تعصب یا اندھی گروہ بندی سے پرہیز کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں لفظ "حزب" کا استعمال:

لفظ "حزب" اور اس کے مشتقات (اخذ کردہ) قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر آئے ہیں۔ عموماً یہ لفظ متقابل گروہوں یا جماعتوں کے سیاق میں استعمال ہوا ہے، کبھی اہلِ حق (حزبُ اللہ) کے لیے، اور کبھی اہلِ باطل (حزب الشیطان) کے لیے۔ ذیل میں وہ آیات بیان کی جاتی ہیں جن میں لفظ "حزب" صراحت کے ساتھ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَـٰلِبُونَ﴾ **"اور جو شخص اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے، تو یقیناً اللہ کی جماعت (حزبُ اللہ) ہی غالب رہنے والی ہے"** (سورۃ المائدۃ:

56)۔ اس کی اہمیت اور مفہوم یہ ہے کہ: یہ آیات اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اللہ کی جماعت (حزبُ اللہ)، یعنی اہلِ ایمان ہی بالآخر اللہ کی اطاعت اور اُس سے وابستگی کے ذریعے کامیاب وغالب رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ٱسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ فَأَنسَىٰهُمۡ ذِكۡرَ ٱللَّهِۚ أُوْلَٰٓئِكَ حِزۡبُ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ﴾ **"شیطان نے ان پر غلبہ پالیا اور انہیں اللہ کی یاد بھلادی۔ یہی لوگ شیطان کی جماعت (حزب الشیطان) ہیں"** (سورۃ المجادلہ:19)۔ اس کی اہمیت اور مفہوم یہ ہے: یہ آیت شیطان کی جماعت یعنی کافروں اور منافقوں کے بارے میں سخت تنبیہ ہے، جو اللہ کی یاد سے غافل ہو کر آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾ **"ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے، ہر حزب (گروہ) اس پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے"** (سورۃ الروم: آیت 32)۔ اس کی اہمیت اور مفہوم یہ ہے: یہ آیت اُن احزاب کی مذمت کرتی ہے جو دین میں تفرقہ ڈالتی ہیں اور اپنی غلط راہوں پر اترانے لگتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَتَقَطَّعُوٓاْ أَمۡرَهُم بَيۡنَهُمۡ زُبُرٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾ **"پھر انہوں نے (اپنے دین کے معاملے میں) آپس میں اختلاف کر لیا اور ٹکڑوں میں بٹ گئے، ہر حزب اس پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے"** (سورۃ المؤمنون: آیت 53)۔ اس کی اہمیت اور مفہوم یہ ہے: یہ آیت سورۃ الروم کی آیت کے مفہوم سے مشابہ ہے، یعنی فرقہ بندی اور باطل گروہ بندی کی مذمت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَأَنَا۠ رَبُّكُمۡ فَٱعۡبُدُونِ﴾ **"بیشک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری عبادت کرو"** (سورۃ الانبیاء: آیت 92)۔ سیاق وسباق: یہ آیت اُن آیات کے بعد نازل ہوئی جن میں باہمی اختلاف رکھنے والے گروہوں کی مذمت کی گئی، اور اس آیت میں امتِ مسلمہ کی وحدت ویگانگت کی تاکید کی گئی ہے۔

سورۃ الاحزاب: پوری سورت کو "الاحزاب" اس لیے کہا گیا کہ اس میں ان مختلف احزاب یعنی قریش، غطفان اور یہود کا ذکر ہے جنہوں نے غزوۂ خندق (غزوۃ الاحزاب) میں مسلمانوں کے خلاف اتحاد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِذۡ زَاغَتِ ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلۡقُلُوبُ ٱلۡحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا٠ * هُنَالِكَ ٱبۡتُلِيَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَزُلۡزِلُواْ زِلۡزَالٗا شَدِيدٗا﴾ "(یاد کرو)

**جب نگاہیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آنے لگے، اور تم اللہ کے بارے میں مختلف گمان کرنے لگے۔ اُس وقت مؤمنین سخت آزمائش میں ڈالے گئے اور شدید جھنجھوڑ دیئے گئے"**(سورۃ الأحزاب: آیات 10–11)۔ یہ آیات مؤمنین کی اس سخت آزمائش کو بیان کرتی ہیں۔

ان آیات کی تفسیر:

آیت:﴿**وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَإِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡغَٰلِبُونَ**﴾**"اور جو شخص اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا دوست بنائے، تو یقیناً اللہ کی جماعت (حزب اللہ) ہی غالب رہنے والی ہے"**(سورۃ المائدۃ:56)۔

عمومی مفہوم: یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ اور مؤمنین کو اپنا دوست اور مددگار بناتا ہے، وہ لازماً کامیاب اور غالب ہوگا، کیونکہ وہ اللہ کی جماعت (حزبُ اللہ) میں شامل ہے۔ جبکہ جو لوگ مؤمنین سے دشمنی رکھتے ہیں یا کفار و منافقین سے دوستی کرتے ہیں، وہ ناکام و نامراد رہیں گے۔ یہ آیت منافقین اور یہود کے خلاف تنبیہ ہے جنھوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں اتحاد کیا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء:

امام طبریؒ اپنی تفسیر "جامع البیان" میں فرماتے ہیں:"الآية نزلت في المنافقين الذين كانوا يوالون اليهود، فبينت أن الولاية الحقيقية هي لله ورسوله والمؤمنين، حزب الله: هم الذين اجتمعوا على طاعة الله، وغلبوا بذلك أعداءهم." "یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو یہودیوں سے دوستی رکھتے تھے۔ اس آیت نے واضح کیا کہ حقیقی دوستی اور وفاداری صرف اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے ساتھ ہونی چاہیے۔ 'حزب اللہ' در حقیقت وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جمع ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اپنے دشمنوں پر غلبہ پاتے ہیں"۔

ابن کثیرؒ اپنی تفسیر "تفسیر القرآن العظیم" میں بیان کرتے ہیں: "ذكر أن الآية تأمر بموالاة المؤمنين وترك موالاة الكفار، حتى لو كانوا أقارب، الغلبة: تشمل النصر في الدنيا، والفوز بالجنة في الآخرة." "یہ آیت مؤمنین سے وفاداری اور دوستی رکھنے کا اور کفار سے دوستی ترک کرنے کا حکم دیتی ہے، چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں 'غلبہ' سے مراد نہ صرف دنیا میں فتح و نصرت ہے بلکہ آخرت میں بھی کامیابی و کامرانی کا حصول شامل ہے"۔

امام قرطبیؒ اپنی تفسیر "الجامع لأحکام القرآن" میں لکھتے ہیں:"نبه إلى أن الولاية لله تستلزم اتباع شرعه، وولاية الرسول صلى الله عليه وسلم تكون باتباع سنته، حزب الله: هم أهل السنة والجماعة، لا الفرق

الضالة." ”آیت اس طرف نشاندہی کرتی ہے کہ اللہ سے دوستی کا تقاضا ہے کہ اس کے شرعی قوانین کی پیروی کی جائے، اور رسول اللہ ﷺ سے دوستی کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کی جائے۔'حزب اللہ' درحقیقت اہل سنت والجماعت ہیں، نہ کہ گمراہ فرقے“۔

امام سعدیؒ اپنی تفسیر "تیسیر الکریم الرحمٰن" میں فرماتے ہیں: "الآية تُعَلِّم المؤمنين اختيار الولاءات بحسب الحق لا الهوى." ”یہ آیت مومنین کو سکھاتی ہے کہ وہ اپنے تعلقات اور دوستیاں حق کی بنیاد پر قائم کریں، نہ کہ خواہشات اور ذاتی پسند ناپسند پر“۔

آیت میں مذکور ”غلبہ“ کے مفہوم میں درج ذیل پہلو شامل ہیں: قولی غلبہ: دلیل اور ہدایت کے ذریعے حاصل ہونے والا غلبہ۔ مادی غلبہ: دشمنوں پر حاصل ہونے والی فتح و نصرت۔ اس آیت سے حاصل ہونے والے شرعی نکات: مؤمنوں سے دوستی اور وفاداری لازم ہے، اور کفار کی اطاعت منقطع کرنا ضروری ہے، چاہے وہ باپ یا بیٹے ہی کیوں نہ ہوں (جیسا کہ سورۃ التوبہ، آیت 23 میں ہے)۔ حقیقی غلبہ اہلِ ایمان ہی کے لیے ہے، چاہے وہ کچھ تاخیر سے ظاہر ہو، کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اسلام کے مخالف اتحادوں سے خبردار کیا گیا ہے، جیسے کہ کافروں سے دوستی کرنا یا ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف کھڑا ہونا۔

تفسیرِ آیت: ﴿ٱسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ فَأَنسَىٰهُمْ ذِكْرَ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ حِزْبُ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ﴾ **”شیطان نے ان پر غلبہ پالیا اور انہیں اللہ کی یاد بھلادی۔ یہی لوگ شیطان کی جماعت (حزب الشیطان) ہیں“** (سورۃ المجادلہ:19)

عمومی مفہوم: یہ آیت اُن لوگوں کی حالت بیان کرتی ہے جن پر شیطان حاوی ہو گیا، جس کے نتیجے میں وہ اللہ کی یاد سے غافل ہو گئے، اور اسی غفلت کی وجہ سے وہ شیطان کی جماعت بن گئے، جن کا انجام خسارہ اور ہلاکت ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء:

ابنِ کثیرؒ نے تفسیر القرآن العظیم میں فرمایا: "الاستحواذ: استيلاء الشيطان على قلوبهم حتى صاروا كالمأسورين له." "استحواذ" ”غلبہ پانے“ سے مراد ہے کہ شیطان ان کے دلوں پر حاوی ہو گیا یہاں تک کہ وہ اس کے اسیر بن گئے“۔ انہوں نے مزید کہا: "الخسران: خسارة الدنيا بالضلال، والآخرة بالعذاب الأليم، ذكر أن هؤلاء

هم المنافقون الذين يظهرون الإسلام ويبطنون الكفر." "خسارہ" سے مراد دنیا میں گمراہی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ منافق ہیں جو ظاہراً اسلام ظاہر کرتے ہیں مگر دل میں کفر رکھتے ہیں"۔

امام طبریؒ نے جامع البیان میں کہا: "استحوذ عليهم الشيطان: أي غلبهم فصاروا تحت طاعته. حزب الشيطان: كل من اتبع هواه وعصى الله فهو من حزب الشيطان." "شیطان نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا" یعنی وہ ان پر غالب آگیا اور وہ اس کی فرمانبرداری کے تابع ہو گئے۔ "حزب الشیطان" سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کرتا ہے"۔

امام قرطبیؒ نے الجامع لأحکام القرآن میں فرمایا: "نبه إلى أن الشيطان لا يستولي على الإنسان إلا إذا أعطاه الفرصة بالمعاصي والغفلة. حزب الشيطان يقابل «حزب الله» في الآية السابقة (المجادلة: 22)" "شیطان انسان پر اس وقت قابو پاتا ہے جب انسان گناہ اور غفلت کے ذریعے خود اسے موقع دیتا ہے۔ "حزب الشیطان" دراصل "حزب اللہ" کے برعکس ہے، جیسا کہ پچھلی آیت (المجادلہ:22) میں ذکر ہوا"۔

امام السعدیؒ نے تیسیر الکریم الرحمٰن میں کہا: "الآية تحذر من الغفلة عن ذكر الله، فمن نسي ذكر الله انقاد للشيطان." "یہ آیت اللہ کی یاد سے غفلت کے خلاف سخت تنبیہ ہے، کیونکہ جو اللہ کی یاد بھول جاتا ہے وہ شیطان کے تابع ہو جاتا ہے"۔ انہوں نے مزید کہا: "الخسران: یشمل خسارۃ الإیمان، السعادۃ، والفوز بالجنۃ." "خسارہ" میں ایمان کی بربادی، خوشی کا زوال، اور جنت کی کامیابی سے محرومی شامل ہے"۔

ابن عاشورؒ نے التحریر والتنویر میں فرمایا: "الاستحواذ: سيطرة تدريجية تبدأ بالإغواء وتنتهي بالاستعباد." "استحواذ" "غلبہ پانا" ایک تدریجی عمل ہے جو وسوسے اور بہکانے سے شروع ہو کر غلامی تک پہنچتا ہے"۔ انہوں نے مزید بیان کیا کہ "ذکر أن حزب الشیطان یشمل کل المشرکین والمنافقین وأهل البدع." "حزب الشیطان" میں مشرکین، منافقین اور بدعتی سب شامل ہیں"۔

تفسیرِ آیت 32، سورہ الروم:

**﴿مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾ "ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے، ہر حزب (گروہ) اس پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے"** (سورۃ الروم: آیت 32)۔

عمومی مفہوم: یہ آیت اہلِ ایمان کو خبردار کرتی ہے کہ وہ پچھلی امتوں یعنی مشرکین، یہود اور نصاریٰ کی طرح نہ بنیں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ہر فرقہ اپنی غلط راہ پر ہونے کے باوجود خوش ہے اور اسی کو حق سمجھتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء:

امام طبریؒ بیان کرتے ہیں: **"(مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ):** أي لا تكونوا مثل المشركين الذين بدلوا دينهم الحق (كاليهود والنصارى) فآمنوا ببعض وكفروا ببعض، أو تركوه بالكلية" "آیت میں **﴿مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ﴾** "ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا"، یہ ان لوگوں کے حوالے سے ہے جو اپنے دینِ حق کو بدل ڈالتے ہیں، جیسے یہود و نصاریٰ، جنہوں نے دین کے بعض حصوں کو مانا اور بعض کو جھٹلایا یا بالکل ہی چھوڑ دیا"۔ **"(وَكَانُواْ شِيَعٗاۖ):**صاروا فرقاً متعددة، كل فرقة تعبد معبوداً مختلفاً (الأصنام، النجوم، النار، إلخ)."، "انہوں نے مزید فرمایا: **﴿وَكَانُواْ شِيَعٗاۖ﴾** "وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے، ہر گروہ نے الگ معبود بنا لیا، کوئی بتوں کو پوجتا، کوئی ستاروں کو، کوئی آگ کو، وغیرہ وغیرہ"۔ **"(كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ):** كل طائفة تفرح ببدعتها وتعتقد أنها على الصواب، مع أنهم جميعاً على ضلال." "اور مزید فرمایا: **﴿كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾** "ہر فرقہ اپنی بدعت پر خوش ہے اور سمجھتا ہے کہ وہی حق پر ہے، حالانکہ سب گمراہی میں ہیں"۔

امام ابنِ کثیرؒ بیان کرتے ہیں: "أن الآية تشمل كل أهل الأديان الباطلة (اليهود، النصارى، المجوس، عبدة الأوثان) الذين اختلفوا في دينهم وصاروا شيعاً. أشار إلى أن هذه الآية تنطبق أيضاً على بعض فرق المسلمين الذين تفرقوا في الدين، إلا الفرقة الناجية (أهل السنة والجماعة) المتمسكة بالكتاب والسنة" "یہ آیت تمام باطل ادیان پر صادق آتی ہے، یہود، نصاریٰ، مجوس، اور بت پرست وغیرہ جنہوں نے اپنے دین میں اختلاف کیا اور فرقوں میں بٹ گئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ آیت مسلمانوں کے بعض فرقوں پر بھی لاگو ہوتی ہے جنہوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا، سوائے "فرقۂ ناجیہ" (یعنی اہلِ سنت والجماعت) کے، جو قرآن و سنت پر قائم ہیں"۔

امام سعدیؒ نے فرمایا: "أوضح أن الآية تذم التفرق في الدين، مع أن الأصل هو التوحيد ووحدة المصدر (الرسول والإله)" "یہ آیت دین میں اختلاف اور تفرقہ ڈالنے کی مذمت کرتی ہے، کیونکہ اصل دین توحید اور وحدت ہے، اور دین کا سرچشمہ ایک ہی ہے، اللہ اور اس کا رسول ﷺ"۔ مزید فرمایا: "حذر من التعصب للآراء الخلافية في الفروع الدينية، ما يؤدي إلى التشتت والشقاق بين المسلمين" "یہ آیت اس بات سے خبردار کرتی ہے کہ فقہی یا فروعی اختلافات میں تعصب اور ضد سے بچو، کیونکہ یہ مسلمانوں کے انتشار اور تفرقے کا سبب بنتے ہیں"۔

امام قرطبیؒ اور امام بغویؒ: انہوں نے فرمایا کہ ﴿شِيَعًا﴾ سے مراد جھگڑنے والے فرقے ہیں، جیسے یہود جو "فریسی" اور "صدوقی" فرقوں میں بٹ گئے، اور نصاریٰ جو "نسطوری" اور "یعقوبی" فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور اسی طرح دیگر بھی۔

اور جہاں تک ﴿فَرِحُونَ﴾ کا ذکر ہے، یعنی وہ اپنے باطل نظریات پر خوش ہیں، حالانکہ وہ حق کے مخالف ہیں۔

سید قطبؒ (فی ظلال القرآن) میں بیان کرتے ہیں کہ، یہ آیت جاہلیت کے معاشروں (قدیم وجدید دونوں) کی حقیقت کو بیان کرتی ہے، جہاں جھوٹے "معبود" جیسے کہ خواہشات، طاقت، دولت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام اس کے برعکس وحدتِ مقصد اور وحدتِ راہ کی دعوت دیتا ہے، جبکہ باطل فرقے اپنی تنگ نظری اور ذاتی مفادات پر خوش ہوتے ہیں۔

تفسیر الوسیط: انہوں نے بیان کیا کہ ﴿فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ﴾ یعنی دین میں نئی بدعات ایجاد کرنا، جیسے فرشتوں، اولیاء یا بزرگوں کی عبادت کرنے والے۔ انہوں نے مزید کہا کہ باطل پر خوش ہونا جہالت اور حق کے سامنے جھکنے سے انکار کی علامت ہے۔ آخر میں تنبیہ کی کہ: "دین میں ہر بدعت اختلاف اور تفرقے کا سبب بنتی ہے، جیسا کہ یہودیت اور عیسائیت میں ہوا"۔

تفسیرِ آیت 53، سورہ المؤمنون:

﴿فَتَقَطَّعُوٓاْ أَمۡرَهُم بَيۡنَهُمۡ زُبُرٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾ "پھر انہوں نے (اپنے دین کے معاملے میں) آپس میں اختلاف کر لیا اور ٹکڑوں میں بٹ گئے، ہر حزب اس پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے" (سورۃ المؤمنون: آیت 53)

عمومی مفہوم: یہ آیت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ پچھلی امتیں، جو ابتدا میں ایک دین پر متحد تھیں، بعد میں تفرقے اور اختلافات کا شکار ہو گئیں۔ انہوں نے دین کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا، ہر گروہ نے اپنی الگ راہ اور عقیدہ بنا لیا اور اپنے باطل عقائد پر فخر کرنے لگا، خواہ وہ حق کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی آراء:

امام ابنِ کثیرؒ بیان فرماتے ہیں: "﴿فَتَقَطَّعُوٓاْ أَمۡرَهُم بَيۡنَهُمۡ زُبُرٗا﴾: أي تفرقوا في دينهم إلى مذاهب متعددة، كما فعلت اليهود والنصارى والمجوس، فصار لكل طائفة معتقدات منحرفة." "وہ ٹکڑوں میں بٹ گئے"، یعنی انہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال لیا اور مختلف مذاہب اور فرقوں میں بٹ گئے، جیسے یہود، نصاریٰ اور مجوس، جن کے ہر فرقے کے الگ الگ باطل عقائد ہیں"۔ مزید فرمایا: "﴿كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ﴾: كل فريق يغتر ببدعته ويظنها حقاً، مثل فرق الخوارج والروافض في الإسلام، أو الطوائف النصرانية كالنسطورية واليعقوبية." "ہر حزب اس پر خوش ہے جو ان کے پاس ہے" یعنی ہر گروہ اپنی بدعت پر مغرور ہے اور سمجھتا ہے کہ وہی حق پر ہے، یہی حال امتِ محمدیہ ﷺ کے بعض فرقوں کا بھی ہے، جیسے خوارج اور روافض، اور اسی طرح نصاریٰ کے فرقے نسطوریہ اور یعقوبیہ، جو اپنے باطل عقائد پر خوش ہیں حالانکہ وہ گمراہ ہیں"۔

امام طبریؒ فرماتے ہیں: "(زُبُرًا): أي كتباً متفرقة (كالزبور، التوراة المحرفة)، حيث حولوا الدين إلى أجزاء متناقضة. يذكر أن التفرق بدأ بعد أن بعث الله الرسل، فحرف الناس الدين وتشيعوا لأهوائهم." "زُبُرًا" سے مراد ہے الگ الگ کتابیں جیسے زبور یا تحریف شدہ تورات، یعنی انہوں نے دین کو ٹکڑوں میں بانٹ کر مختلف حصے بنا دیے جو آپس میں متضاد تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ تفرقہ اُس وقت شروع ہوا جب اللہ نے رسول بھیجے، مگر لوگوں نے دین میں تحریف کی اور اپنی خواہشات کے مطابق فرقے بنا لیے"۔

امام سعدیؒ فرماتے ہیں: "الآية تحذر المسلمين من التمزق كالأمم السابقة، وتؤكد أن الفرح بالرأي دون دليلٍ شرعي من علامات الضلال." "یہ آیت مسلمانوں کو خبردار کرتی ہے کہ وہ پچھلی امتوں کی طرح تفرقے میں نہ پڑیں، اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ بغیر شرعی دلیل کے اپنی رائے پر خوش ہونا گمراہی کی علامت ہے"۔ مزید فرماتے ہیں: "يدعو إلى التمسك بالكتاب والسنة وترك التعصب للمذاهب أو الأشخاص." "یہ آیت قرآن و سنت کو مضبوطی سے تھامنے اور مذاہب یا شخصیات کے لیے تعصب چھوڑنے کی دعوت دیتی ہے"۔

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں: "يربط الآية بالسياق العام للسورة الذي يذكر وحدة دعوة الأنبياء من نوح إلى محمد ﷺ." "یہ آیت سورۃ المؤمنون کے عمومی مفہوم سے جڑی ہے، جو تمام انبیاء علیہم السلام، نوحؑ سے لے کر نبی کریم

ﷺ تک، کی دعوتِ توحید اور دین کی وحدت کو بیان کرتی ہے"۔ مزید فرماتے ہیں: "يشير إلى أن التفرق غالبًا ما ينتج عن تحريف الدين الأصلي، كما حدث في اليهودية والنصرانية." "یعنی تفرقہ عموماً اصل دین میں تحریف کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، جیسے یہودیت اور نصرانیت میں ہوا"۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "(فَرِحُونَ): الفرح هنا ذمٌّ لأنه ناتج عن جهلٍ بالحق، كمن يفرح بالبدعة أو الكبر على الآخرين. يضرب أمثلة بتفرق بني إسرائيل بعد موسى عليه السلام." "فَرِحُونَ" "یعنی خوش ہونے والے، یہاں یہ خوشی ملامت کے معنی میں ہے، کیونکہ یہ خوشی حق سے جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جیسے کوئی شخص بدعت پر یا دوسروں پر برتری جتانے پر خوش ہو۔ وہ مثال دیتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے بعد فرقوں میں بٹ کر یہی طرزِ عمل اختیار کیا"۔

لفظ «حزب» کا ذکر سنتِ نبوی اور صحابہؓ کرام کے اقوال میں بھی مختلف مواقع پر آیا ہے:

سنتِ نبوی ﷺ میں مذموم گروہ بندی: نبی کریم ﷺ نے فرمایا، **«أَلَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ قَدْ بَرِئَ مِمَّنْ فَرَّقَ دِينَهُ وَاحْتَزَبَ» "جان لو! بے شک تمہارے نبی ﷺ اس شخص سے بری الذمہ ہیں جس نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (اس میں) گروہ بندی کر لی"** (سنن ابی داؤد)۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے برأت کا اعلان فرمایا جو دین کو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، جیسے کفریہ جماعتیں اور اہلِ بدعت۔

حزبُ اللہ کے بارے میں بشارت: قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: **﴿أَلَآ إِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ "بے شک اللہ کی جماعت (حزب اللہ) ہی کامیاب ہونے والی ہے"** (سورۃ المجادلہ: 22)۔ یہ وہ مؤمنین صالحین ہیں جو اللہ کے دین کی نصرت کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے اقوال:

حضرت بلال بن رباحؓ نے وفات کے وقت فرمایا: «غداً نَلْقَى الْأَحِبَّةَ، مُحَمَّداً وَحِزْبَهُ» "کل ہم اپنے محبوب، محمد ﷺ اور اُن کی جماعت (حزب) سے ملاقات کریں گے"۔ یعنی اُن کا اشارہ رسولِ اکرم ﷺ اور اُن کے صحابہ کرامؓ کی طرف تھا۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو "حزبان" (دو جماعتیں) بتایا، ایک جماعت جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں، اور دوسری جماعت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات پر مشتمل تھی۔ یہ استعمال محض گروہ بندی کی عکاسی کرتا ہے، ضروری نہیں کہ اس میں منفی پہلو ہو۔

عمر بن خطابؓ نے مسلمانوں کو «الجماعة» (یعنی متحد امتِ مسلمہ) کے ساتھ رہنے کی تاکید کی اور تفرقہ سے منع فرمایا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مذموم گروہ بندی وہ ہے جو امت کی وحدت کے خلاف ہو۔

ابنِ تیمیہؒ کا فتویٰ "حزب بنانے کے جائز ہونے" کے بارے میں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "وأما «رأس الحزب» فإنه رأس الطائفة التي تتحزب أي تصير حزبا فإن كانوا مجتمعين على ما أمر الله به ورسوله من غير زيادة ولا نقصان فهم مؤمنون لهم ما لهم وعليهم ما عليهم. وإن كانوا قد زادوا في ذلك ونقصوا مثل التعصب لمن دخل في حزبهم بالحق والباطل والإعراض عمن لم يدخل في حزبهم سواء أكان على الحق والباطل فهذا من التفرق الذي ذمه الله تعالى ورسوله أمرا بالجماعة والائتلاف ونهيا عن التفرقة والاختلاف وأمرا بالتعاون على البر والتقوى ونهيا عن التعاون على الإثم والعدوان" "جہاں تک 'حزب کے سربراہ' کا تعلق ہے تو وہ اس جماعت کا رہنما ہوتا ہے جو کسی مخصوص گروہ (حزب) کی صورت اختیار کر لے۔ اگر وہ لوگ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر جمع ہوں، نہ کسی چیز میں زیادتی کریں نہ کمی، تو وہ مؤمن ہیں، ان کے لیے وہی حقوق اور ذمہ داریاں ہیں جو دیگر مؤمنین کے لیے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس میں کمی بیشی کریں، مثلاً اپنے گروہ کے لوگوں کی اندھی حمایت کریں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر، اور اُن لوگوں سے کنارہ کشی کریں جو ان کے گروہ میں شامل نہیں، خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہوں تو یہ وہ تفرقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مذموم قرار دیا ہے۔ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے، تفرقہ و اختلاف سے منع فرمایا ہے، اور نیکی و تقویٰ میں تعاون کا حکم دیا ہے جبکہ گناہ و زیادتی پر تعاون سے روکا ہے"۔ (مجموع الفتاوی 11/92)

فتویٰ پر تبصرہ:

یہی ابنِ تیمیہؒ کا موقف ہے کہ تمام جماعتیں یا احزاب مطلق طور پر قابلِ مذمت نہیں ہوتیں، اور نہ ہی سب بلا شرط جائز ہیں بلکہ ان کا حکم ان کے مقصد اور طرزِ عمل پر منحصر ہے۔ اگر کوئی جماعت یا حزب اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر قائم ہو، نہ ان میں زیادتی کرے نہ کمی، تو وہ قابلِ قبول ہے۔ البتہ اگر کوئی گروہ اندھی تقلید اور تعصب میں مبتلا ہو جائے، یعنی اپنے حزب کے افراد کی حمایت حق و باطل دونوں میں کرے اور دیگر اہلِ حق کی بات کو رد کر دے، تو ابن تیمیہؒ کے نزدیک ایسا طرزِ عمل تفرقہ ہے، جسے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے مذموم قرار دیا ہے۔

مفتیٔ اعظم امام ابو حنیفہ النعمانؒ کا موقف:

یہ روایت عظیم امام ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جیسا کہ أحکام القرآن میں الجصاص اور دیگر معتبر حوالوں میں مذکور ہے: الحمّانی نے ہمیں بتایا: میں نے ابنِ مبارک کو کہتے سنا: جب ابراہیم الصائغ کے قتل کی خبر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو پہنچی تو وہ اس قدر روئے کہ ہمیں خدشہ ہوا کہ وہ وفات پا جائیں گے۔ میں ان کے ساتھ تنہا تھا، تو انہوں نے فرمایا: "اللہ کی قسم! وہ ایک دانشمند شخص تھا، اور مجھے ان کے معاملے میں یہی خدشہ تھا"۔ میں نے پوچھا: "اس کی کیا وجہ تھی؟" انہوں نے فرمایا: "وہ اکثر میری طرف آتا اور مجھ سے سوال کرتا، اور وہ اللہ کی اطاعت میں اپنی جان نچھاور کرنے والا تھا، اور وہ بہت پرہیز گار تھا۔ میں کبھی کبھی اس کے لیے کوئی چیز لاتا، تو وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھتا، بعض اوقات وہ اس سے مطمئن نہ ہوتا اور اسے چکھتا بھی نہیں تھا، اور بعض اوقات وہ مطمئن ہو جاتا اور اسے کھالیتا تھا"۔ انہوں نے مجھ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں پوچھا، یہاں تک کہ ہم اس پر متفق ہو گئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک شرعی فرض ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: "اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بیعت کر لوں"۔ میرے اور ان کے درمیان معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ میں نے کہا: "کیوں؟" انہوں نے کہا: "مجھے اللہ کے حقوق میں سے کسی ایک کی دعوت دیں"۔ لیکن میں نے انہیں انکار کر دیا اور ان سے کہا: "اگر کوئی شخص تنہا اس کی ذمہ داری لے گا تو قتل کر دیا جائے گا، اور لوگوں کے لیے معاملہ درست نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر اسے نیک مددگار اور ایسا راہنما مل جائے جو اللہ کے دین میں قابل اعتماد ہو، تو معاشرہ تباہ نہیں ہوگا"۔ ابراہیم نے کہا: "اور یہ ضروری تھا جب تک کہ مسلسل غفلت برتنے والوں کو حساب نہ دے دیا جائے"۔ جب بھی وہ مجھے اس پر آمادہ کرنے آتے، تو میں ابراہیم سے کہتا: "یہ ایسا معاملہ ہے جو ایک شخص تنہا نہیں کر سکتا۔ انبیاء علیہم السلام آسمان سے عہد ملنے کی وجہ سے تنہا یہ کام کر پائے۔ یہ دیگر فرائض سے مختلف ایک شرعی فریضہ ہے، کیونکہ دیگر فرائض ایک شخص تنہا ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اس معاملے میں، جب کوئی شخص تنہا یہ فریضہ اٹھاتا ہے تو تھک جاتا ہے اور یوں اپنے آپ کو قتل کے خطرے میں ڈال دے گا، اس لیے مجھے ان کے بارے میں خدشہ ہے کہ یہ بات اسے قتل کی طرف لے گئی ہو گی۔ اور اگر ایک شخص قتل کر دیا جائے گا تو کوئی دوسرا ایسی جرات نہیں کرے گا بلکہ انتظار کرے گا۔ بے شک قرآن بیان کرتا ہے کہ فرشتوں نے کہا: ﴿**أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ**﴾ "کیا تو زمین میں ایسا موجود پیدا کرے گا جو فساد کرے گا اور خونریزی کرے گا، حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں؟" قرآن بیان کرتا ہے کہ اللہ نے جواب دیا: ﴿**إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ**﴾ "بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ اس کے باوجود، ابراہیم مرو شہر کی طرف نکل گئے تاکہ باغی ابو مسلم عبدالرحمٰن بن مسلم الخراسانی کا سامنا کر سکے۔ ابراہیم نے ان سے درشتگی سے بات کی۔ ابو مسلم نے انہیں پکڑ لیا، لیکن خراسان کے فقہاء اور ان کے لوگ جمع ہوئے اور اُنہوں نے اُسے رہائی دلائی۔ پھر ابراہیم واپس ان کے پاس آئے اور ابو مسلم نے

انہیں ڈانٹا۔ ایک بار پھر ابراہیم نے ان کے پاس آکر کہا: ”میں اللہ کے لیے آپ کے خلاف لڑنے سے بہتر کوئی کام نہیں پاتا، اور میں اپنی زبان سے تم سے لڑوں گا۔ کیونکہ میرے ہاتھوں میں طاقت نہیں، لیکن اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اس کی خاطر تم سے نفرت کرتا ہوں“۔ چنانچہ ابو مسلم نے ابراہیم کو شہید کر دیا۔

خلاصہ:

خلافت کے زوال اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے مکمل نفاذ کی عدم موجودگی میں ایک اہم سوال سامنے آتا ہے، اسلامی ریاست کے قیام میں جماعتی یا حزبی عمل (منظم تنظیمی کوشش) کا کیا کردار ہے اور کیا یہ شرعاً واجب ہے؟ تو ذیل میں اس حوالے سے قرآن مجید، سنتِ مبارکہ اور علماء کے مؤقف کی بنیاد پر شرعی اور عملی پہلو بیان کیا گیا ہے۔

خلافت کے قیام کے لیے اجتماعی عمل کی وجوبیت:

شرعی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ ”اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے“ (سورۃ آلِ عمران: 104)۔ آیت میں لفظ «أمة» (امت یا جماعت) اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ کام انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہونا چاہیے، یعنی ایک منظم جماعت یا تنظیم کا قیام، جو اسلام کی دعوت اور نظامِ الٰہی کے نفاذ کے لیے کام کرے، شرعاً جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ» ”بیشک امام (خلیفہ) ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے“ (متفق علیہ)۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک سیاسی و حکومتی قیادت (امام یا خلیفہ) کا ہونا ناگزیر ہے جو امت کو تحفظ فراہم کرے۔

لہٰذا، حزبی یا تنظیمی جدوجہد ایک فرضِ کفایہ ہے یعنی اگر امت کے کچھ افراد اسے انجام دیں تو باقیوں سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔ آج جب کہ اسلامی ریاست موجود نہیں، اسلامی طرزِ زندگی کی بحالی اور خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے منظم حزبی کام ناگزیر ہے۔ اسی وجہ سے حزب کا کام اس بات پر قائم ہے کہ وہ امت کی سیاسی تربیت کرے تاکہ وہ اسلام کو ایک مکمل نظامِ زندگی کے طور پر سمجھ سکے، سیکولر نظریات کے خلاف فکری جدوجہد کرے اور ایجنٹ حکمرانوں پر پرامن سیاسی دباؤ ڈالا جائے تاکہ انہیں ہٹایا جائے کیونکہ وہ اُس

سب کے مطابق حکومت نہیں کرتے جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے نازل فرمایا ہے۔ اور سیکولر جمہوری نظاموں میں شرکت جائز نہیں، کیونکہ اس کے نتیجے میں شریعتِ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بجائے کسی اور قانون کو حکمرانی کے طور پر جائز قرار دینا آتا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔

آج امتِ مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے:

سیاسی شعور بیدار کرنا: یہ سمجھنا کہ خلافت کا عدمِ قیام ہی کمزوری، تقسیم اور قبضے کی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے۔

منظم جدوجہد کی حمایت کرنا: ایسی اسلامی جماعتوں میں شامل ہونا جو شریعت کی پابند ہوں اور بنیادی اصولوں پر سمجھوتہ نہ کریں۔

سیکولر حکومتوں کو مسترد کرنا: ان میں شرکت کرنا موجودہ باطل نظام کو مزید مضبوط کرتا ہے۔

حکمرانی کے لیے تیاری کرنا :

ایسے اہل افراد تیار کرنا جو خلافت کے قیام کے وقت نظامِ حکومت سنبھالنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

مفصل نتیجہ:

کیا حزبی کام شرعی فریضہ ہے؟ جی ہاں، اگر اس کا مقصد شریعت کے قیام کے لیے جدوجہد ہو، نہ کہ فاسد نظاموں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا۔ لازم ہے کہ ایک ایسی حزب ہو جو اسلام کو مکمل نظامِ زندگی کے طور پر اپنائے اور تبدیلی کے لیے نبوت کے طریقہ کار پر قائم رہے۔ اس جدوجہد کا مرکز امت کو فکری طور پر قائل کرنے اور اہلِ قوت یعنی عسکری طاقت اور مادی قوت رکھنے والوں سے حقیقی نصرۃ (مادی مدد) حاصل کرنے پر مرکوز ہونی چاہیے۔ اس کے لیے واضح مقصد، منہج، مخلص قیادت اور افراد کے درمیان درست ربط ضروری ہے۔

خلافت ام الفرائض یعنی تمام فرائض کا تاج ہے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ: کیا ہم وہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کو راضی کرے، یا ہم ذلت کو قبول کرلیتے ہیں؟ تو یہ معاملہ انفرادی یا جماعتی کام کے درمیان انتخاب کا نہیں، بلکہ سنجیدہ جدوجہد اور موجودہ باطل نظام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے درمیان فیصلہ کا ہے۔

کیا کوئی ایسی آئیڈیالوجیکل حزب موجود ہے جو اسلام کو مکمل طرزِ زندگی کے طور پر اپناتی ہو؟ جی ہاں، حزب التحریر وہ راہنما حزب (جماعت) ہے جو اپنی امت سے جھوٹ نہیں بولتی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حزب التحریر کا جماعت بندی (Partisanship) کے بارے میں کیا نظریہ ہے، اور اس نے ان لوگوں کو کیا جواب دیا جو جماعت بندی کو حرام قرار دیتے ہیں؟

حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے جو خلافت کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کی جدوجہد کر رہی ہے۔ حزبیّت، یعنی کسی اسلامی سیاسی جماعت میں شامل ہونا، حرام نہیں بلکہ شرعی فریضہ (فرضِ کفایہ) ہے، بشرطیکہ وہ جماعت ایک ایسے معطل شدہ شرعی فریضے (مثلاً خلافت کے قیام) کو بحال کرنے کے لیے کام کر رہی ہو۔ حزب اس پر قرآن کی آیت سے دلیل بیان کرتی ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ﴾ "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے" (سورۃ آل عمران: 104)۔ حزب التحریر کے مطابق، یہاں "اُمّة" سے مراد منظم جماعت (Organized Group) ہے، یعنی ایک منظم سیاسی حزب۔

اب سوال یہ ہے کہ کچھ اسلامی جماعتیں جماعت بندی کو کیوں حرام کہتی ہیں؟ کچھ گروہ، جیسے روایتی سلفی گروہ، جماعت بندی کو درج ذیل دو وجوہات کی بنا پر حرام سمجھتے ہیں:

افتراق کا خوف:

وہ ان احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جن میں امت کے مختلف فرقوں میں بٹ جانے کا ذکر ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیاسی جماعتیں (احزاب) اسی تفرقے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ وہ اسے بدعت کے تصور کے طور پر لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کے زمانے میں ایسی سیاسی جماعتیں موجود نہیں تھیں، لہٰذا موجودہ دور کی "حزبی تنظیمات" ایک بدعت ہیں۔

گمراہ فرقے اور "حزب" کے درمیان تذبذب کرنا:

قرآن میں بعض اوقات لفظ "الاحزاب" گمراہ گروہوں کے لیے استعمال ہوا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ "ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے"۔

ان الزامات کا جواب:

قرآن و سنت سے استدلال: لفظ "حزب" کبھی قرآن میں مثبت معنیٰ میں بھی آیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ﴾ "یہی لوگ اللہ کی جماعت (حزب اللہ) ہیں" (سورۃ المجادلہ: 22)

جبکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«أحبُّ الدِّينِ إلى اللهِ الحنيفيةُ السمحةُ»** "اللہ کے نزدیک سب سے محبوب دین سیدھا اور آسان دین ہے" (بخاری)۔ جس کے بارے میں حزب کہتی ہے کہ اس میں منظم اجتماعی کام بھی شامل ہے۔

"حزب" اور "گمراہ فرقے" میں فرق: حزب اس جماعت کو کہتے ہیں جو شرعی دلیل کی بنیاد پر کام کرتی ہے اور امت کو تقسیم نہیں کرتی۔ جبکہ گمراہ فرقہ وہ جماعت ہے جو کتاب و سنت کی مخالفت کرتی ہے۔

'جماعت بندی" اور "افتراق" میں فرق ہے: منظم سیاسی تنظیم بنانا ضروری نہیں کہ تفرقہ ہو، بلکہ یہ اسلامی عمل کے لیے نظم و ضبط پیدا کرنا ہے۔ بعض گروہ شریعت کے دلائل کو غلط سمجھنے یا غلط لاگو کرنے کی وجہ سے، دانستہ یا نادانستہ طور پر اسے حرام قرار دے دیتے ہیں۔

راجح رائے:

شریعت کے دلائل مطلق طور پر جماعت بندی کو حرام قرار نہیں دیتے، بلکہ صرف اس جماعت بندی کو ممنوع قرار دیتے ہیں جو باطل، نقصان دہ یا فتنہ پیدا کرنے والی ہو۔ وہ منظم سیاسی کام جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو، وہ واجب، مستحب یا مباح ہو سکتا ہے، یہ اس کے مقصد پر منحصر ہے۔ اگر اس کا مقصد کسی ترک شدہ شرعی فریضے، جیسے خلافت، کا قیام ہو تو یہ عمل واجب ہے۔ اور آج کے زمانے میں، جب اسلامی نظامِ حکومت یعنی خلافت غائب ہے، تو اسلامی ریاست کے قیام کے لیے جماعتی و منظم کام کرنا فریضۂ عین ہے بلکہ یہ تمام فرائض کا تاج ہے۔

فہرست

# فکر کو اس کے علمبرداروں سے جوڑنا ہی حقیقی تبدیلی کا راستہ ہے

بلال المہاجر–ولایہ پاکستان

یہ بات اُن لوگوں پر واضح ہے جو پورے اخلاص کے ساتھ اسلام کے ذریعے امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے کام کر رہے ہیں کہ امت کس حالتِ زار تک آن پہنچی ہے، کیونکہ دوسری اقوام اس امت پر اسی طرح ٹوٹ پڑی ہیں جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی غور کرنے والوں پر بھی عیاں ہے کہ امت اپنی حقیقت کو بخوبی سمجھتی ہے اور اپنی تکالیف و مصائب کے اسباب کو بھی پہچان چکی ہے۔ بہر حال، امت پر جو حقیقت واضح ہوئی ہے وہ زیادہ تر ان استعماری کفار، ان کے ایجنٹ حکمرانوں اور اُن حکومتوں تک ہی محدود ہے جو انہی استعماری طاقتوں نے امت کی گردنوں پر مسلط کر رکھی ہیں تاکہ وہ اسے ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہیں، امت کے وسائل کو لوٹتے رہیں اور اس امت کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے ذریعے اپنے آپ کو استعماری تسلط سے نجات دلانے سے روکتے رہیں۔

نتیجتاً، امت کے اندر سے ہی بہت سے "داعی" اور "انفلوئنسرز" سوشل میڈیا پر ابھر کر سامنے آئے جو لوگوں سے ان کی تکالیف اور مصائب کے اسباب کی بابت گفتگو کرتے ہیں۔ ان داعیان اور انفلوئنسرز کی بہت پذیرائی ہوئی اور ان کے بہت سے پیروکار بن گئے کیونکہ انہوں نے عوام الناس کے درد کو بیان کیا اور امت پر برپا ہونے والے مصائب اور دکھوں پر صبر و حوصلہ کرنے کی سی کیفیت کا حل پیش کیا۔ تاہم، انہوں نے امت کے سامنے وہ درست حل پیش نہیں کیا جو انہیں واقعی ان کی بدحالی سے نجات دلائے، یعنی ایک تہذیبی، سیاسی اور اجتماعی متبادل کے طور پر خلافت کا قیام، جو حقیقتاً امت کی عزت و وقار کو بحال کرے گا۔

ان مبلغین اور انفلوئنسرز کی خامی اس بات میں ہے کہ وہ اپنے شعور اور امت کی آگہی میں اس زبوں حالی کی حقیقت اور امت کے مصائب کی جڑ، یعنی کہ امت پر مسلط یہ حکمران اور اس نظامِ حکمرانی کے حوالے سے وہ ربط قائم کرنے میں ناکام رہے جو امت کو وہ حل پیش کر سکے جس کے حصول کے لئے امت کو کوشاں ہونا چاہیے۔ یہ انفلوئنسرز یہ وضاحت کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں کہ موجودہ ابتر صورتحال کو بہتر بنانے کا فریضہ سراسر امت کی ہی ذمہ داری ہے؛ اور یہ خودبخود واقع نہیں ہو جائے گا، اور نہ ہی اس ذمہ داری کو دوسروں کے سپرد کیا جاسکتا ہے، حتیٰ کہ امت کے کسی ایک گروہ کو بھی نہیں دیا جاسکتا، جب تک کہ وہ لوگ جو اس تبدیلی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں ان کی کوششیں ناکافی رہیں۔

ان مبلغین کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ جانتے ہیں کہ سیاسی اسلام، جو کہ نبوت کے طریقے پر خلافت راشدہ کے قیام کی جدوجہد کرنے میں مجسم ہے، اور سیاسی اسلام ہی وہ عمل ہے جو کرۂ ارض پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے اطلاق کے شرعی فریضے سے انہیں اور تمام مسلمانوں کو بری کر دیتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان مبلغین نے اس بات پر زور نہیں دیا کہ یہی واحد کام امت

کو تبدیل کرنے اور مطلوبہ تبدیلی لانے کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ جب وہ جانتے بھی ہیں کہ اس مقصد کے لئے کام کرنے والی واحد جماعت حزبِ التحریر ہے، تب بھی انہوں نے حزب کے ساتھ مل کر کام نہیں کیا، اگرچہ عام لوگوں کے مقابلے میں ان پر یہ فریضہ زیادہ عائد ہوتا ہے۔ اس کے بجائے انہوں نے سیاسی اسلام کے اس مقصد اور منصوبے سے الگ رہ کر انفرادی طور پر کام کرنے کو ترجیح دی، اور اس جماعت سے علیٰحدہ رہتے رہے جو ان شاء اللہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ فتح سے ہمکنار ہو گی۔ حتیٰ کہ ان مبلغین میں سے کئی نے تو اس مقصد کے لئے لوگوں کو حزب میں شمولیت کرنے کی دعوت دینا تو درکنار، انہوں نے ایک قائد کے طور پر حزب کا نام لینے سے بھی گریز کیا، حالانکہ اس حقیقت کے باوجود کہ حزب ہی ان کی نجات کی کشتی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبلغین ان حکومتوں کی مقرر کردہ "مجاز حدود" میں رہ کر کام جاری رکھنا چاہتے تھے جن سے وہ ذاتی سلامتی کو نظریے کی سالمیت اور اس کے نفاذ پر فوقیت دیتے ہوئے آزادی کے خواب دیکھتے ہیں۔

امت کی صورتحال کی حقیقت اور اس کی زبوں حالی کی شعوری سمجھ صرف یہی تقاضا کرتی ہے کہ آئیڈیالوجی کو اقتدار تک پہنچایا جائے یعنی: حل کو اس کے علمبرداروں سے جوڑا جائے۔ جو چیز امت کو اس وقت درکار ہے وہ حزبِ التحریر کے ساتھ کام کرنا، حزب کے اردگرد یکجا ہونا اور حزب کو قیادت سونپنا ہے، یہاں تک کہ حزب اور امت یک جان و قالب میں ڈھل جائیں۔ لہٰذا مبلغین اور حزبِ التحریر کے اندر نیک اعمال انجام دینے والوں کی جدوجہد اس بات پر مرکوز ہونی چاہئیں کہ حل کو حزب کے ساتھ مضبوطی سے جوڑا جائے، تاکہ حزب پوری تندہی کے ساتھ تبدیلی کے اس کام میں امت کی قیادت کر سکے، اور آخری مرحلہ انجام دے یعنی: ان حکومتوں کو اکھاڑ کر نبوت کے طریقے پر دوسری خلافتِ راشدہ کا قیام۔

حل کو جماعت اور اس کے سیاسی افراد کے ساتھ ربط دینے کا مطلب اور اس کی ضرورت کو ذیل میں یوں خلاصہ کیا جاسکتا ہے:

**1- حل کے عملی پہلو کو اُجاگر کرنا اور اسے اس کے علمبرداروں سے جوڑنا:**

حزب کا ماننا ہے کہ کوئی فکر اُس وقت ہی زندہ اور مضبوط بنتی ہے جب وہ سنجیدہ سیاسی شخصیات یا تحریکوں سے وابستہ ہو جو اس کا بار اٹھائیں اور اس کے لئے قربانیاں دیں۔ جب تبدیلی کا تصور اُن لوگوں سے منسوب ہو جو دیانت، شجاعت اور اخلاص کا مظہر ہوں، تو وہ زیادہ مؤثر اور پُرکشش بن جاتا ہے، بجائے اس کے کہ وہ محض کتابوں میں یا لوگوں کے اذہان میں ایک نظریاتی خیال بن کر رہ جائے۔ یہی طریقۂ کار رسول اللہ ﷺ کا تھا، جنہوں نے لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو کھل کر پیش کیا، اپنی دعوت اعلانیہ طور پر دی، اور قریش کی طرف سے مسترد کئے جانے اور خود پر اور اپنے صحابہ کرام پر ایذاؤں کے باوجود اپنے واضح اور براہِ راست طرزِ دعوت پر قائم رہے۔

**2- فکر کو دعوت سے لے کر عملی نفاذ تک منتقل کرنا:**

حزب کے نزدیک اسلام کے تحت حکمرانی کا تصور محض تقاریر یا سوشل میڈیا کا موضوع نہیں، بلکہ ایک عملی منصوبہ ہے جسے کرۂ ارض پر نافذ کیا جانا ہے۔ لہٰذا، اس فکر کو حقیقی سیاسی قیادت کے ساتھ جوڑنا ضروری ہے، جیسا کہ حزب، جو اپنے ان نوجوان مرد و خواتین

(شباب) کے ساتھ مل کر اس تصور کو ایک سیاسی حقیقت میں ڈھالنے کے لئے سرگرمِ عمل ہے، جو حزب کے ساتھ اپنی وابستگی میں معروف ہیں۔ حزب اور اس کے حاملین، امت کی قیادت اور حزب کے نام پر حکمرانی کا مطالبہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے، بالکل ویسے ہی جیسے رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ساتھ قیادت میں اشتراک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

**3-فکر کو بگاڑ اور تحریف سے محفوظ رکھنا:**

اگر کوئی فکر محض ایک خیالی تصور بن کر رہ جائے یا اس کے حاملین گمنام ہوں، تو حکومتیں یا مخالفین اسے سطحی طور پر اپنا کر اس کے اصل مفہوم کو مسخ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ اُس وقت ہوا جب داعش نے نام نہاد خلافت کا اعلان کیا تھا۔ تاہم، جب کوئی فکر اپنے اصل داعیوں سے منسلک ہوتی ہے، تو لوگوں پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس فکر کی نمائندگی کون کر رہا ہے اور کون اسے خالی خول بنانے کی کوشش کر رہا ہے، یوں فکر کے ساتھ وفاداری ہمیشہ اس کے مخلص علمبرداروں کے ساتھ ہی جڑی رہتی ہے۔

**4-عمومی شعور (الوعي العام) کی بنیاد پر رائے عامہ (الرأي العام) تشکیل دینا:**

جب کسی فکر کو اس کے علمبرداروں اور اس فکر کے سیاسی نمائندوں سے جوڑا جاتا ہے تو تب ہی شعور کی بنیاد پر رائے عامہ وجود میں آتی ہے۔ لوگ محض نظریات کے پیچھے نہیں چل پڑتے، بلکہ اُن شخصیات یا سیاسی اکائیوں کے گرد جمع ہوتے ہیں جو ان افکار کا عملی نمونہ اور داعی ہوتے ہیں۔

**5-نظریاتی حاملینِ دعوت کو موقع پرستوں سے ممتاز کرنا:**

یہ ربط اُن لوگوں کو بے نقاب کرتا ہے جو ذاتی مفاد کی خاطر یا دیگر حکومتوں کے ایجنڈوں کو تقویت دینے کے لئے تبدیلی کی لہر پر سوار ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کے لئے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ یہ فکر حزب اور اس کے شباب سے وابستہ ہے، تاکہ وہ جعلی متبادلات کے دھوکے میں نہ آئیں۔

انفرادی کام یا وہ کام جو خلافت کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے والے حاملینِ دعوت اور اُنہیں متحد رکھنے والی حزب سے منسلک نہ ہو، شرعاً مباح تو ہے، مگر حکومتیں جانتی ہیں کہ ایسے کام ان کے وجود کے لئے کوئی حقیقی خطرہ نہیں رکھتے۔ چاہے ایسی کوششیں کتنی ہی زیادہ یا زور و شور سے ہی کیوں نہ ہوں، لیکن وہ مطلوبہ تبدیلی کا مقصد حاصل نہیں کر سکتیں۔ حتیٰ کہ کثیر تعداد میں فالوورز رکھنے والے وہ لوگ بھی جو صرف امت کے دکھ درد کے بارے میں بات کر لیتے ہیں، وہ بھی اس دعوت کو اقتدار تک نہیں پہنچا سکتے۔ اگر یہ مبلغین اپنی کامیابی کو صرف اپنے فالوورز کی بڑی تعداد میں دیکھنے لگیں، تو یہ فالوورز تو اُسی وقت تتر بتر ہو جائیں گے جب ان سے اس سیاسی اور شرعی جدوجہد میں حصہ لینے کو کہا جائے گا جو دعوت کو اقتدار تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ جب ان پر ذمہ داری آن پڑتی ہے اور عملی کام کرنے کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ان کا جوش و خروش ماند پڑ جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ **يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ**

**إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾ "وہ پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے، مگر جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو پاتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں"۔** [سورۃ النور؛24:39]

اسی لئے حزب کا ماننا ہے کہ جب اس کی فکر کو خود حزب اور اس کے مخلص داعیوں سے جوڑ دیا جائے، تو یہ فکر مؤثر، عملی، بگاڑ سے محفوظ اور باشعور سیاسی قیادت سے مربوط ہو جاتی ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس سے اسے میدانِ عمل میں عملی شکل دی جاسکتی ہے، برعکس اُن نظریات کے جو بے ربط چھوڑ دیے جائیں یا دشمن، جاہل یا گمراہ عناصر کے ہاتھوں مسخ ہو جائیں۔ لہٰذا، حاملینِ دعوت سمیت تمام مخلصین کا کام واضح بنیاد پر اور درست منبع پر قائم ہونا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: **﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ "کہہ دو: یہی میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور وہ جو میری پیروی کرنے والا ہے، اور اللہ پاک ہے، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"۔** [سورۃ یوسف؛12:108]

فہرست

# نوجوان نسل(Gen Z)مراکش کے تخت پر لرزہ طاری کئے ہوئے ہے

الأستاذ احمد الخطواني

ایک ایسے دور میں جب امریکہ، جزیرۂ عرب الشام میں دراندازی کر رہا ہے، اور اس نے یہودی وجود کے ذریعے تباہی وبربادی، قتل وغارتگری اور زمین میں شر وفساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ تو امریکہ نے ان آٹھ غدار حکمرانوں پر انحصار کیا ہوا ہے جن میں مصر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، اردن، قطر، ترکی، پاکستان اور انڈونیشیا شامل ہیں، جنہوں نے ٹرمپ کے اس شیطانی منصوبے کو سنبھالا دیا ہوا ہے تاکہ فلسطین کا قضیہ ہی ختم کر دیا جائے اور یہودی وجود کو خطے کا ٹھیکیدار اور واحد فیصلہ کن اتھارٹی کے طور پر تیار کر دیا جائے۔ اور عین اسی دوران عرب دنیا کی دوسری جانب، خاص طور پر مغربی عرب کے خطے میں نوجوانوں کا ایک انقلاب رونما ہو رہا ہے جس نے اس خطے میں اب تک کی قائم ہونے والی سب سے زیادہ ظالمانہ اور سنگدل ترین اس پولیس نما حکومت کی بنیادوں تک کو ہلا ڈالا ہے، جو اپنے ہی عوام پر سب سے زیادہ ظلم وجبر ڈھانے اور قید وبند کی صعوبتیں عائد کرنے والی جبکہ مغرب کے سامنے سب سے زیادہ تابعدار اور یہودی وجود کے ساتھ تعلقات میں سب سے زیادہ نارملائزڈ سمجھی جاتی تھی۔

مراکش کی سلطنت، جو عوام کو غلامی کی حد تک دباتی رہی ہے، اس حکومت کو مغرب نے ہمیشہ ایک ایسی مستحکم مثال کے طور پر دیکھا ہے جس نے دہائیوں تک مراکش میں استعماری اثر ورسوخ کو تحفظ دیئے رکھا اور مغرب نے استعماری تسلط کو برقرار رکھنے کے لئے اس حکومت کو ایک اعلیٰ ماڈل کا درجہ دیا ہے۔ مراکش ان چند بڑے ممالک میں شامل ہے جو عرب انقلابات کی پہلی لہر کے سونامی سے بچ گئے تھے۔

آج اس حکومت پر پُرعزم نوجوانوں کا ایک گروہ طوفان بن کر آیا ہے، جنہیں اب جدید ڈیجیٹل نسل (Gen Z) کے نام سے جانا جا رہا ہے، اور انہوں نے اس حکومت پر خوف طاری کر دیا ہے۔ یہ گروہ ان جواں عمر لڑکوں اور نوجوانوں کا ایک عمرانی گروہ ہے جو مفادات کو منظم کرنے میں نئے نئے اسلوب اپنا رہے ہیں، اور ایک آسانی سے استعمال کی جانے والی سوشل میڈیا ایپلیکیشن استعمال کر رہے ہیں تاکہ عوام کو متحرک کیا جا سکے۔

اس ایپلیکیشن کا نام ڈسکارڈ (Discord) ہے، اور اس کی ایک نمایاں خصوصیت اس کے صارفین کی گمنامی ہے، جو Gen Z- 212 اور Morocco Youth Voice جیسے مرکزیت سے آزاد اجتماعی گروپوں کا استعمال کرتے ہیں۔ 212 مراکش کا بین الاقوامی ڈائلنگ کوڈ ہے۔ اور Gen Z (جدید ڈیجیٹل نسل) ایک جغرافیائی اصطلاح ہے جو نئی صدی کی نسل کی طرف اشارہ کرتی ہے، یعنی وہ جو 1997ء کے بعد سے 2012ء کے دوران پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس مشہور تحریک کی قیادت کرنے والے ان جوانوں کی عمریں تقریباً 15 سے 25 سال کے درمیان ہیں۔

اس نسل نے نہ تو ذلت میں ڈوب کر زندگی گزاری ہے، نہ ہی یہ گزشتہ نسلوں کی طرح سیاسی حقیقت پسندی کے کیچڑ میں غرق ہوئی ہے۔ اس نسل نے شکست کا وہ کڑوا ذائقہ بھی نہیں چکھا جس نے سابقہ نسلوں کو جلا ڈالا تھا، جیسے کہ دیگر تمام مسلمان عوام نے۔ یہ نسل تو ایک ایسے کورے کاغذ کی مانند ہے جس پر ابھی کوئی بھی رنگ نہیں چڑھا۔

یہ Gen Z 212 کی نوجوان نسل مخصوص عزائم اور مفادات کی نشاندہی کر کے سرگرم ہے جنہیں وہ ہیش ٹیگ یا ٹرینڈز کی شکل میں مرتب کرتے ہیں اور سوشل میڈیا کے ذریعے پوسٹس اور مطالبات کے طور پر پھیلا دیتے ہیں، اور عوام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سڑکوں پر نکل کر حکومت کے خلاف احتجاج کریں۔ ان مہمات کو عوامی سطح پر بھرپور پذیرائی ملی، اور مراکش کے بڑے شہروں جیسے رباط، کاسابلانکا، مراکیش، مکناس، طنجة، آغادیر اور دیگر میں عوام کا جم غفیر امڈ آیا اور بڑی سطح پر مظاہرے پھوٹ پڑے۔ ان وسیع عوامی مظاہروں کے آغاز کے بعد دو ہفتوں سے بھی کم عرصے میں Gen Z کی اس نوجوان نسل نے باری باری چار ٹرینڈز یا مفادات اپنائے اور انہیں پھیلاتے ہوئے استعمال کیا:

1- الحسیمہ کا زلزلہ: یہ زلزلہ ستمبر 2023ء میں مراکش کے ایک خطے میں آیا تھا اور اس زلزلے نے ملک کے انفراسٹرکچر کے نقائص اور حکومت کی جانب سے زلزلہ متاثرین کی مدد کرنے میں ناکامی کو بے نقاب کیا، جو اپنے گھروں سے محروم ہونے کے بعد سے آج کے دن تک خیموں میں پڑے ہیں۔ Gen Z کی نوجوان نسل نے متاثرین سے یکجہتی اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس خطے کے رہائشیوں کے لئے اس زلزلے کے تباہ کن اثرات کو اجاگر کیا، اور حکومت کی غفلت اور ناکامی کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے ان کی ضروریات پوری نہ کرنے پر تنقید کی۔ انہوں نے حکام پر دباؤ ڈالا کہ وہ سرکاری امداد کے منتظر افراد کو بچانے کے اقدامات کریں۔ Gen Z 212 کی نسل زلزلہ متاثرین، بے گھر افراد اور اپنے گھروں سے محروم ہو جانے والے دیگر متاثرین کے لئے ایسے نمایاں طور پر اٹھ کھڑی ہوئی جیسے کہ وہ ایک عوامی قیادت ہوں جو ایک کرپٹ ریاست کے خلاف لوگوں کی راہنمائی کر رہی ہو۔

2- آیات بوجماز: یہ پہاڑی علاقہ مراکش کے علاقے أزیلال کی بلند وادیوں میں ایک گاؤں اور وادی پر مشتمل ہے۔ وہاں کے رہائشی بنیادی سہولیات جیسے تعلیم، صحت اور بنیادی انفراسٹرکچر فراہم کئے جانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ Gen Z 212 نسل نے ان مطالبات کو اپنایا اور انہوں نے دارالحکومت رباط کی جانب ایک بڑا جلوس نکالا۔ اس مارچ میں بہت سے اور لوگ بھی شامل ہو گئے، جس کا عوام میں کافی اثر ہوا۔

3- مراکش حکومت کے ایک سرکاری ہسپتال میں چھ حاملہ خواتین کی اموات: طبی سہولیات کے فقدان کے باعث یہ واقعات پیش آئے جس نے عوام میں غم و غصہ بھڑکا دیا۔ Gen Z 212، نوجوان نسل نے اس واقعے کو اپنا لیا اور اسے ایک قومی اہمیت کا مسئلہ قرار دیا، اور حکومت کی جانب سے طبی سہولیات کی شدید ناقص کارکردگی کو بے نقاب کیا۔ انہوں نے ان اموات کے لئے پوری طرح حکمران نظام کو ذمہ دار ٹھہرایا اور احتجاج مرتب کئے۔

4-کھیلوں کے اسٹیڈیم کی تعمیر: حسن دوم اسٹیڈیم، جس کی گنجائش 115,000 تماشائیوں کی ہو گی، اس کے صرف پہلے مرحلے پر ہی 500 ملین امریکی ڈالر کے اخراجات آئے جبکہ دوسرے مرحلے کا تخمینہ خرچ اندازاً 320 ملین ڈالر ہے۔ Gen Z 212 نوجوان نسل نے واضح کیا کہ اس قدر خطیر رقم کو کھیلوں کے اسٹیڈیم پر خرچ کرنے کی بجائے صحت اور تعلیم جیسے زیادہ اہم اور ضروری شعبوں پر خرچ ہونا چاہیے تھا، جو کہ پہلے سے ہی بالکل نظر انداز کیے گئے شعبے ہیں۔

اس طرح کے نعرے بلند کئے گئے جیسا کہ "پہلے صحت ... ہمیں ورلڈ کپ نہیں چاہئے" اور "اسٹیڈیم تو ہیں، لیکن ہسپتال کہاں ہیں؟"

حکومت رفاح و بہبود اور ثانوی منصوبوں پر تو کثیر سرمایہ خرچ کر رہی ہے جو کہ معاشرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے، جبکہ بنیادی ضروریات کا شدت سے فقدان ہے۔ یہ امر ایک سنگین حکومتی ناکامی کو ظاہر کرتا ہے۔

اس Gen Z 212 نوجوان نسل نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھا کر معاشرے کی قیادت کی اور نظام کے خلاف بغاوت کی راہ ہموار کی۔

یہ وہ چار ٹرینڈز، یا دراصل وہ چار اہم بنیادی مفادات ہیں جنہیں Gen Z 212 نوجوان نسل نے مراکش میں اپنایا، مراکشی عوام کو متحرک کیا، حکومت اور بادشاہ کو پریشانی میں ڈال دیا اور انہیں اس نسل کا سامنا کرنے کے لیے ناموافق صورتحال اور الجھن زدہ انداز اپنانے پر مجبور کیا، جس نے انہیں اپنے جرأت مندانہ اور جدید احتساب سے حیران کر دیا تھا۔

یہ بعید نہیں کہ Gen Z 212 نوجوان نسل کے بنیادی مفادات بتدریج اس خیال کو شامل کر لیں کہ حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور اس کی جگہ ایک اسلامی ریاست قائم کی جائے۔

فہرست

# یہ ایک کبیرہ گناہ ہے کہ نہ تو غزہ کو مسلم افواج کے ذریعے آزاد کرایا گیا اور نہ ہی یہودی وجود کو فنا کیا گیا۔ جبکہ اس کے بر عکس، غزہ کو مکمل طور پر تباہ ہونے دیا گیا، اور اب ٹرمپ کے منصوبے اور مسلم حکمرانوں کی غداری کے ذریعے اسے برائے نام آزادی دی جارہی ہے!!

حزب التحریر

مصر کی حکومت نے غزہ کے لیے ٹرمپ کے منصوبے کے نفاذ کی خوشی میں جشن منانے کا اعلان کیا۔ جنرل السیسی نے امریکی صدر کو اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی، کیونکہ ٹرمپ ہی غزہ کے اس منصوبے کا منصوبہ ساز ہے:

"امریکی صدر ٹرمپ نے جمعرات کو کہا کہ غزہ کی پٹی میں حماس کی قید میں باقی رہ جانے والے یرغمالیوں کو اگلے ہفتے پیر یا منگل کو رہا کر دیا جائے گا، اور وہ اب بھی ارادہ رکھتا ہے کہ اس خوشی میں علاقے کا دورہ کرے... یہ بات اہم ہے کہ مصر کے صدر السیسی نے ٹرمپ کو اس جشن میں شرکت کی دعوت دی ہے جو مصر میں معاہدے پر دستخط کو یادگار بنانے کے لئے منعقد ہو گا، کیونکہ یہ ایک تاریخی معاہدہ ہے جو حال ہی میں مصر، امریکہ اور مختلف سہولت کاروں کی مشترکہ کوششوں کا ثمر ہے"۔ [سی این این عربی 9 اکتوبر 2025]

مگر آخر یہ سب ٹرمپ کا جشن کیوں منا رہے ہیں اور اس کی تعریفوں کے پل کیوں باندھ رہے ہیں، جبکہ یہ ٹرمپ ہی ہے جو غزہ کے گھروں، درختوں اور پتھروں تک کی تباہی میں یہود کا بنیادی پشت پناہ بنا رہا ہے؟!

آخر یہ حکمران جشن کیوں منا رہے ہیں، جبکہ ٹرمپ منصوبے کا نواں نکتہ یہ شرط عائد کرتا ہے کہ: "غزہ کا نظم و نسق ایک عارضی عبوری حکومت کے تحت ہو گا، جو ایک ٹیکنو کریٹک، غیر سیاسی فلسطینی کمیٹی پر مشتمل ہو گی، جو غزہ کے عوام کے لیے روزمرہ کی عوامی خدمات اور بلدیاتی امور کی انجام دہی کی ذمہ دار ہو گی۔ یہ کمیٹی اہل فلسطین اور بین الاقوامی ماہرین پر مشتمل ہو گی، جس کی نگرانی اور سربراہی ایک نئی بین الاقوامی عبوری باڈی "بورڈ آف پیس" کرے گی، جس کا سربراہ اور

چیئرمین صدر ڈونلڈ جے۔ ٹرمپ ہو گا، جبکہ دیگر ارکان اور عہدیداران کا اعلان کیا جائے گا، جن میں سابق برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر بھی شامل ہے"۔

تو پھر آخر یہ حکمران جشن کیوں منارہے ہیں جبکہ منصوبے کے تیرہویں نکتے میں درج ہے:"تمام عسکری، دہشت گردانہ اور جارحانہ انفراسٹرکچر، بشمول سرنگیں اور ہتھیار سازی کی تنصیبات، تباہ کیے جائیں گے اور دوبارہ تعمیر نہیں کیے جائیں گے۔ غزہ کو غیر مسلح کرنے کا عمل آزاد مبصرین کی نگرانی میں ہو گا، جس میں ہتھیاروں کو ایک متفقہ ناکارہ کرنے کے عمل کے ذریعے مستقل طور پر غیر قابلِ استعمال بنا دینا شامل ہو گا، جس میں ایک بین الاقوامی فنڈ سے چلنے والا 'Buyback and reintegration' پروگرام معاونت کرے گا، جس کی تمام تر توثیق آزاد مبصرین کریں گے"۔

اور آخر یہ حکمران کس بات کا جشن منارہے ہیں جب کہ یہودی وجود کی فوج غزہ پٹی کے تقریباً 53 فیصد علاقے پر قابض رہے گی؟"انخلاء کے مکمل ہونے کے بعد بھی اسرائیلی فوج غزہ پٹی کے نصف سے زیادہ حصے پر کنٹرول برقرار رکھے گی جو تقریباً غزہ کا 53 فیصد حصہ ہے... یہ علاقے جو غزہ کی سرحد کے ساتھ ایک بفر زون کے طور پر ہوں گے، ان میں فلاڈیلفی کاریڈور (مصر اور غزہ کے درمیان سرحد) شامل ہے، اس کے علاوہ بیت حانون اور بیت لاھیا جو غزہ پٹی کے انتہائی شمال میں واقع ہیں، غزہ شہر کے مشرقی کناروں پر بالائی علاقے، اور غزہ پٹی کے جنوبی حصے میں رفح اور خان یونس کے بڑے علاقے شامل ہیں..."[الشرق الاوسط، 10 اکتوبر 2025]؟!

اور یہ حکمران جشن کیوں منارہے ہیں جب کہ انخلاء"زرد لائن"تک ہو گا، جو کہ غزہ پٹی کے اندر واقع ہے؟"زرد لائن (ییلو لائن) انخلاء کی وہ لکیر ہے جو معاہدے کے تحت اسرائیلی فوج کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ لائن قابض ریاست کے غزہ پٹی کے ساتھ سرحد سے کئی کلومیٹر دور (اندر) ہے، لیکن اسرائیلی فوج کی زیادہ تر پوزیشنیں فی الحال سرحد سے ایک سے ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہیں..."[العربی الجدید، 11 اکتوبر 2025]؟!

آخر وہ کس لئے جشن منا رہے ہیں جبکہ اہلِ غزہ ایک جگہ سے دوسری جگہ دھکے کھا رہے ہیں، اپنے شہداء مردوں، عورتوں اور بچوں کو کھو چکے ہیں، اور اب جب اگر وہ اپنے گھروں کو لوٹتے بھی ہیں تو وہ انہیں ملبے کے ڈھیر میں تبدیل پاتے ہیں، ان کو ٹھکانہ دینے والا کوئی نہیں، نہ کوئی رہائش، نہ کوئی پناہ گزین؟!

اور آخر وہ جشن کیوں منا رہے ہیں جب کہ غزہ پٹی کے لیے ایک سول و عسکری رابطہ مرکز قائم کیا جا رہا ہے جس کی قیادت امریکی فوج کی سینٹرل کمانڈ کے ہاتھ میں ہو گی؟"سی این این نے جمعہ کے روز ایک امریکی اہلکار کے حوالے سے بتایا کہ امریکی افواج نے جنگ بندی کے معاہدے پر عمل درآمد کی نگرانی کے لیے ایک سول و عسکری رابطہ مرکز قائم کرنے کی کوشش کے طور پر اسرائیل میں پہنچنا شروع کر دیا ہے... امریکی نیٹ ورک نے اہلکار کے حوالے سے کہا کہ یہ افواج "غزہ پٹی میں سویلین حکمرانی کے قیام کی کوششوں" کی نگرانی کریں گی..."[الشرق الاوسط، 11 اکتوبر 2025]؟!

کیا یہی وہ سب کچھ ہے کہ جس کا یہ حکمران جشن منا رہے ہیں؟ اور ٹرمپ کو مدعو کرنے اور اس کی قیادت میں جشن منانے کے لیے دوڑے چلے جا رہے ہیں، اور اسے ایک عظیم تاریخی واقعہ قرار دے کر اس کی تعریفیں کئے جا رہے ہیں؟ حالانکہ ٹرمپ کا منصوبہ تو یہود کو مضبوط بنانا اور مسلم ارضِ مقدس فلسطین کو تباہ و برباد کر دینا ہے!! کیا مسلمانوں کے حکمرانوں کو ٹرمپ اور کافر استعماری قوتوں کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھنا چاہیئے؟ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾ "تم دیکھو گے کہ ان میں سے بہت سے لوگ کافروں کو اپنا دوست اور حلیف بنا لیتے ہیں۔ ان کے لیے جو کچھ اُنہوں نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے۔ کہ اللہ ان پر غضبناک ہو گیا اور وہ دائمی عذاب میں رہیں گے"(سورۃ المائدۃ: 4:80)۔

## اے مسلم ممالک کی افواج!

صلیبی، پورے یورپ سے جمع ہو کر آئے، مسلمانوں کی زمینوں پر حملہ آور ہوئے اور کئی سال تک بیت المقدس پر قابض رہے، اور وہاں شر و فساد پھیلاتے رہے۔ جنگ و جدل اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ صلاح الدینؒ کی قیادت میں

مجاہدینِ اسلام نے ان سے جنگ نہ کرلی اور انہیں بھرپور شکست سے دوچار کیا۔ یوں صلاح الدینؒ نے بیت المقدس کو آزاد کرایا اور انہیں ذلت وخواری کے ساتھ وہاں سے نکال دیا، اور ارض مقدس کے لوگ فتح وعزت کے ساتھ واپس لوٹے۔

اے افواجِ مسلمین! کیا آپ اس قابل نہیں کہ اسلام کے ان مجاہدین کی تقلید کریں جو آپ سے پہلے آئے تھے، اور کیا آپ اس قابل نہیں کہ یہودی وجود کو کچل کر اور اس کے وجود کو نابود کر کے فلسطین اور غزۂ ہاشم کو آزاد کرا سکیں، تاکہ اہلِ غزہ اور درحقیقت تمام اہلِ فلسطین، اپنے گھروں میں عزت ووقار کے ساتھ، فتح کی تکبیرات "اللہ اکبر" کے نعرے کے ساتھ واپس لوٹ آئیں؟

جی ہاں، آپ بالکل اس بات کے قابل ہیں، کیونکہ آپ اس قابض یہودی وجود کو اس طرح گھیرے ہوئے ہیں جیسے کنگن کلائی کو گھیرتا ہے، لیکن آپ کو صرف ایک مخلص اور وفادار کمانڈر کی ضرورت ہے۔ کیا آپ میں ایسا کوئی کمانڈر موجود نہیں جو آپ کو آپ کے اس دشمن کے خلاف جنگ میں قیادت فراہم کرے، وہ دشمن جس کا غرور خاک میں مل چکا ہے، اور اس کی کمزوری عیاں ہو چکی ہے اور جو آپ سے جنگ میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿**وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ**﴾ "اور اگر وہ تم سے لڑیں تو وہ تم سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی" (سورۃ آل عمران؛ 3:111)۔ پھر تم ان سے ایسی جنگ کرو کہ ان کی پشت پناہی کرنے والے بھی بھاگ کھڑے ہوں، اور ان کی فوج شکست کھا جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

جی ہاں، آپ بالکل یہ سب کرنے کے قابل ہیں، پس اپنے رب پر توکل رکھو، اپنے عزم میں پکے رہو، اور اُن لوگوں میں شامل ہو جاؤ جن کے بارے میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا، جبکہ وہ اپنے دشمن سے لڑ رہے تھے: ﴿**قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ**﴾ "ان سے کہو، "تم ہمارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہو وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے اور ہم تمہارے معاملہ میں جس چیز کے منتظر ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ خود تم کو سزا دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں دلواتا ہے؟ اچھا تو اب تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں" (سورۃ التوبہ؛ 9:52)

اگر یہ حکمران آپ کو آپ کے دشمن سے لڑنے سے روکیں تو پھر انہیں اپنی تمام تر طاقت اور وسائل کے ساتھ دبوچ لو اور اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی مدد کرو، اور وہ بھی آپ کی مدد کرے گا۔ اور پھر تب ہی غزہ کے لوگ، اور در حقیقت سارا فلسطین، فتح یاب ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹے گا، اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تکبیر کرتے ہوئے، اپنے دشمن پر فتح حاصل کرتے ہوئے اور دشمن کے وجود کو فنا کرتے ہوئے۔ یہ معاملہ اس صورتحال کے برعکس ہو گا جو آج دکھائی دے رہی ہے کہ دشمن، ٹرمپ کی حمایت اور ان نالائق، کم ظرف اور نااہل "رویبضہ" حکمرانوں کی غفلت کے سبب مبارک سرزمینِ فلسطین پر دوبارہ غلبہ حاصل کرنے کے لئے لوٹ رہا ہے!!

## اے مسلمانو!...اے مسلم ممالک کی افواج!

ہم آخر میں آپ سے وہی بات کہتے ہیں جو اس سے قبل بھی کئی بار کہہ چکے ہیں:

ہمیں اس بات کا اطمینان ہے کہ اللہ کی طرف سے فتح حاصل ہو گی، اسلام و مسلمانوں کو دوبارہ عروج ملے گا، خلافت راشدہ واپس لوٹے گی، یہود کے ساتھ جنگ ہو گی اور وہ قتل کئے جائیں گے اور اٹلی کا شہر (روم) فتح ہو گا، کیونکہ احادیث کے مطابق قسطنطنیہ فتح ہو کر اسلام کی سرزمین استنبول بن چکا ہے (جبکہ روم کا فتح ہونا باقی ہے)۔ یہ بشارتیں ہمارے دلوں کو سکون دیتی ہیں، چاہے کافر اور منافق کچھ بھی کہیں، جیسا کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ فرماتے ہیں: ﴿**إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ**﴾ "جبکہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے غرور اور دھوکے میں ڈال دیا ہے جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ غلبے والا ہے اور حکمت والا ہے" (سورۃ الأنفال؛8:49)۔ مسلمانوں کے لیے یہ سب فتح اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے وعدے اور اس کے رسول ﷺ کی بشارت کے عین مطابق ہے اور اللہ کے اذن سے یہ سب واقع ہو گا، اِن شاء اللہ۔ لیکن بہر حال اللہ عزوجل، غالب و حکیم، کی سنت یہ ہے کہ فرشتے ہمیں آسمان سے اتار کر ہمارے لیے خلافت قائم نہیں کریں گے اور ہمارے لیے اللہ کا وعدہ اور رسول ﷺ کی بشارت پوری نہیں کریں گے جبکہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں اور کوئی

عمل نہ کریں۔ بلکہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ ہماری مدد کے لیے فرشتے بھیجے گا، لیکن اس کے ساتھ ہمیں تن فشانی، ایمانداری اور اخلاص سے بھرپور کوشش کرنا ہو گی... تب ہی اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ ہمیں دنیا و آخرت میں فتح و کامیابی عطا کرے گا، اور وہ عظیم فتح ہو گی۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ فرماتے ہیں: ﴿**وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ**﴾ **"اور اُس روز مومن خوش ہو جائیں گے، اللہ کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے"** [سورۃ الروم؛4-5]۔

اسی مقصد کے لئے حزب التحریر آپ کو پکارتی ہے، وہ جماعت جو اپنے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اے مسلم افواج کے سپاہیو! حزب آپ کو پکار رہی ہے کہ اس دنیا اور آخرت میں عزت کے لیے آگے بڑھو۔ آگے بڑھو تاکہ اس یہودی وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے، اور ارضِ مبارک فلسطین کو پورے کا پورا دوبارہ دار الاسلام بنا دو۔ اور اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال رائیگاں نہیں کرے گا۔

**حزب التحریر**

**20 ربیع الآخر 1447 ہجری**

**12 اکتوبر 2025ء**

فہرست

# مسلمانوں میں مایوسی اور حوصلہ شکنی پیدا کرنا

استاذ احمد الصوفی

تمام تر حمد و تعریفیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہیں، جس کے دین کے سوا کوئی عزت نہیں اور جس کی شریعت کے بغیر کوئی زندگی نہیں۔ اور درود و سلام ہو اُس نبی ﷺ پر جنہوں نے اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے سے منع فرمایا۔

یہ سچ ہے جو کہا جاتا ہے کہ "ظالموں کو عوام کی بیداری سے سب سے زیادہ خوف ہوتا ہے"۔ اس کہاوت کے ساتھ یہ اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے: "قوموں کی بیداری میں شعور اور پر امیدی کا بڑا حصہ ہوتا ہے"۔ اسی لیے کافر استعمار نے جلد ہی اس ناقابلِ تردید حقیقت کو سمجھ لیا اور ان دونوں عناصر، یعنی شعور اور امید کے خلاف بیک وقت حملہ شروع کر دیا۔

جہاں تک شعور کا تعلق ہے، اسے فکری یلغار، تعلیمی نصاب کی تبدیلی، ثقافتی پروگراموں، مشنری سرگرمیوں اور مغربی فکر و ثقافت سے متاثرہ اور مرعوب دانشوروں کے گروہوں کے ذریعے نشانہ بنایا گیا، اور یہ جنگیں آج تک جاری ہیں۔

جہاں تک عزم و حوصلہ توڑنے، شکست زدہ ذہنیت پیدا کرنے اور شباب (نوجوان مرد و خواتین) کے دلوں میں مایوسی کے بیج بونے کی جنگ کا تعلق ہے، اس کے لئے مغرب نے دور و نزدیک سے، دشمن اور دوست دونوں کو بھرتی کیا۔

مغرب کو اس وقت تک مسلمانوں کو غافل اور زیرِ اطاعت رکھنے کی کوئی امید نہیں جب تک وہ لوگوں میں یہ راسخ نہ کر دے کہ ہم فتح کے مستحق نہیں، اور مزاحمت، تبدیلی کی دعوت اور اس کے لئے کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے اور امت کو اس یقین تک پہنچانے کے لئے کثیر اور انتھک کوششیں درکار ہیں۔

مغرب کو معلوم ہے کہ قرآنِ مجید، سنتِ نبوی ﷺ اور ہماری شاندار تاریخ کے گراں قدر ہیروز کی داستانیں لوگوں میں امید جگانے اور مزاحمتی جذبہ بھڑکانے میں کس قدر اثر انگیز ہیں۔ اسی لیے اس نے ہر محاذ پر اپنی تمام توانائیاں بروئے کار لاتے ہوئے لوگوں میں شکست خوردگی اور دل شکستگی کی ثقافت پھیلانے کی مہم چلا رکھی ہے۔

لوگوں میں شکست زدہ ثقافت، مایوسی اور حوصلہ شکنی کو پروان چڑھانے میں تین کردار سب سے زیادہ خطرناک اور مؤثر ہیں:

1) مغربی ثقافت سے مرعوب اور متاثرہ مفکرین اور دانشور:

ان کرداروں میں وہ لوگ شامل ہیں جو سب سے اہم مقامات پر فائز ہو بیٹھے ہیں، جیسے اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ، ثقافتی کلب اور دیگر کے عہدیداران۔ ان کا مشترک خیال یہ تھا کہ مسلم نسلوں کو یہ سبق پڑھایا جائے کہ ان کی امت ترقی، ثقافت اور جدیدیت میں پسماندہ ہے، اور مغرب ہر میدان میں آگے ہے، مغرب سے مقابلہ کرنا ناممکن ہے یا اس کے بغیر جینا بھی ممکن نہیں۔ ابھی ان کرداروں میں اُن حکمرانوں کا ذکر شامل نہیں ہے جو مغرب کے ہی مقرر کردہ ہیں، نفاق کے بیج بوتے ہیں اور ملک اور اس کے وسائل کو مغرب کے پاس گروی رکھ دیتے ہیں، اور پھر اس شریعت کو معطل کر دیتے ہیں جو ترقی و پیش رفت کا ذریعہ ہے، علاوہ ازیں ان حکمرانوں کا کردار تو یہ ہے کہ وہ کرپشن کی حمایت کرتے ہیں اور اصلاح کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ چنانچہ یونیورسٹی کا طالب علم احساسِ کمتری لئے شکستگی اور مغرب اور مغرب کی ثقافت کے سامنے سرنگوں ہونے کے جذبات کے ساتھ اپنی امت کے بارے میں بوجھل دل کے ساتھ فارغ التحصیل ہوتا ہے۔

یوں اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ امت کے شباب مایوس اور ناامید ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اگر شباب کو تبدیلی کے لئے عمل میں آنے کی دعوت دی جائے تو وہ اس دعوت کی مزاحمت کریں اور اسے رد کر دیں، اور امت کی پسماندگی کی درجنوں مثالیں پیش کر دیں، کیونکہ ان کی سب مثالیں وہی ہیں جو اسکولوں اور کالجوں میں انہیں رٹائی گئی تھیں۔

2-علماء اور داعیانِ دین کا کردار:

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ کرپٹ علماء نے مایوسی پھیلانے، لوگوں کی فطری نفسیہ کو بگاڑنے، اور انہیں یہ یقین دلانے میں سب سے گہرا اثر ڈالا کہ وہ فتح کے قطعاً مستحق نہیں ہیں۔ جب بھی کبھی کوئی مصیبت آتی ہے یا کسی دشمن نے جارحانہ حملہ کیا تو لوگوں نے اپنے شیوخ کی طرف رجوع کیا، مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ گویا آگ سے بچنے کے لئے آگ ہی میں پناہ لے رہے ہوں۔ یوں ان کے سامنے شکست خوردہ شیوخ آجاتے ہیں، ایسے علماء جو خود ذہنی طور پر مغلوب ہیں، جنہوں نے اسلام کو مسخ شدہ صورت میں لیا ہوا ہے، اور حقیقی نبوی ہدایت سے کوسوں دور ہیں۔ یہ علماء اپنی مایوسی کو امت کے شباب کے دلوں میں بھر دیتے ہیں، امت پر آن پڑنے والے ہر واقعے کا ذمہ دار انہی کو ٹھہرا دیتے ہیں، اور اس طرح کے کلمات کہتے رہتے ہیں:

- "تم میں کوئی خیر نہیں ہے، تم نصرۃ کے لائق ہی نہیں ہو، ہماری امت پسماندہ ہے اور اسلام کے تحت حکومت کے لئے تیار ہی نہیں ہے، تمام قومیں تم سے بہتر ہیں"۔

- "یہ نسل جس میں ہم موجود ہیں، فتح کی نسل ہی نہیں؛ ایک اور نسل کو تیار کرنا ہوگا، ابھی تبدیلی کے لئے کام نہ کرنا بہتر ہے"۔
- "تبدیلی ہمارا کام نہیں؛ ہمیں مہدی کا انتظار کرنا چاہیے"۔
- "جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے اپنے گناہوں کی وجہ سے ہے (جبکہ حکمرانوں کے گناہوں کا ذکر ہی نہیں کرتے)؛ ہم تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں..."

یوں ان علماء کا یہ تخریبی خطاب کوئی حل یا عملی منصوبہ پیش کئے بغیر ہی ختم ہو جاتا ہے، اور اس شرعی حکم کی وضاحت کئے بغیر بھی کہ ہم اٹھ کھڑے ہوں اور اس شر کو بدل ڈالیں کہ جس میں ہم جی رہے ہیں۔ اس طرح ان کے ایسے خطاب صرف امت کو کوسنے اور کوڑوں کی طرح مارنے کے مترادف ہیں، بالکل ویسے ہی جیسا کہ دشمن کر رہے ہیں۔

یوں قابض دشمن آزادانہ طور پر دندناتا پھرتا ہے، اور مسلمان اس یقین میں ڈوبے قتل عام پر قتل عام گنتے رہتے ہیں کہ وہ تو اپنے دفاع کی بھی طاقت نہیں رکھتے، چاہے حملہ آور کتنا ہی کمزور اور حقیر ہی کیوں نہ ہو۔

3-گمراہ کن میڈیا کا کردار:

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ "ہماری آواز ہی ہماری سزا ہے"۔ جب میڈیا جو شیطان حکمرانوں کے ہاتھوں بکا ہوا ہو اور انہی کے کنٹرول میں ہو، اور یہ میڈیا دشمن کی طاقتوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگے، اور امت کی قابلیتوں کو کم تر دکھانے لگے، جب میڈیا قومیت پسندی اور سرحدوں کی تقسیم کو اس قدر مضبوط کرے کہ وہ سرحدیں اپنے مومن بھائی کے خون سے زیادہ مقدس ٹھہر جائیں، جب وہ میڈیا ذہنی بیمار، بے حیا لوگوں، گناہ کا پرچار کرنے والوں یا حکومتی شیوخ کو مدعو کرے اور سیٹلائٹ چینلز پر گھنٹوں ان کے لئے وقف کر دے، جب ہماری اسکرینیں محض تفریح، لغویات اور فضولیات سے بھر جائیں تو پھر احساس کی بے حسی، جذبات کی سرد مہری، مایوسی اور بے بسی کے پھیلاؤ پر سوال نہ کرو۔

مسلمانوں میں پھیلی اس عام اور وبائی کیفیت کے سامنے ہم یہ کہتے ہیں: جان لو کہ ہم اس امت میں سے ہیں جس پر اللہ جَلَّ جَلَالُہُ نے ذلت اور ذلت پر راضی ہونے کو حرام کر دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ **"کمزور نہ پڑو، غم نہ کھاؤ، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"** (سورۃ آلِ عمران:3:139)

ہم اس امت کی اولاد ہیں جس پر اللہ جَلَّ جَلَالُہُ ناراض ہوتا ہے اگر وہ یہ گمان کرے کہ وہ جَلَّ جَلَالُہُ اسے مدد (نصرۃ) نہیں دے گا: **﴿مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ**

**فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظ﴾ "جو یہ گمان رکھتا ہے کہ اللہ اسے دنیا و آخرت میں مدد نہ دے گا، تو چاہئے کہ وہ آسمان تک رسّی لگائے، پھر اسے کاٹ دے، پھر دیکھے کیا اس کی یہ تدبیر اس کے غصّے کو دُور کرتی ہے؟"**(سورۃ الحج؛22:15), یعنی وہ اپنے آپ کو پھانسی دے دے اور مر جائے، کیونکہ یہی اس کے لئے بہتر ہے۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہمیں مایوسی و ناامیدی سے منع فرمایا، ارشاد ہے: **﴿قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ﴾** "اور تمہارے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے سوائے گمراہ لوگوں کے؟"[سورۃ الحجر؛15:56] اور فرمایا: **﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾** "جو لوگ اللہ کی آیات اور اس سے ملاقات کا انکار کرتے ہیں، وہ میری رحمت سے ناامید ہوتے ہیں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے"[سورۃ العنکبوت؛29:23]۔ بے شک، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے مایوسی کو کفر سے جوڑا، فرمایا: **﴿إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾ "بے شک اللہ کی رحمت (مدد) سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں"**[سورۃ یوسف؛12:87]

امام الفخر الرازیؒ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں، **(إن اليائس يتهم الله بالبخل، وبعدم العلم، وأنه ليس على كل شيء قدير والعياذ بالله) "مایوس شخص اللہ پر بخل اور لاعلمی کا الزام لگاتا ہے، اور یہ کہ اللہ ہر چیز پر قادر نہیں"** نعوذ باللہ۔

**اے بھائیو اور بہنو، اے شباب (نوجوانو، بھائیو اور بہنو)!**

مایوسی ایک چھوت کی مانند بے حس کر دینے والا نشہ ہے، جو تمہیں اور تمہارے گرد و پیش کو مفلوج کر دیتی ہے۔ جب ہماری امت اس گمان میں پڑ گئی کہ ان پر مسلط حکمران ہٹ نہیں پائیں گے، تو وہ ان کی آگ میں دہائیوں تک جلتی رہی۔ لیکن جب اس امت نے مایوسی کا پردہ ہٹایا، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ پر توکل کیا، اور پھر اپنی قابلیت پر بھروسا کیا، تو اسی امت نے ایسے ایسے حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکا جن کے ہٹنے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

قسم ہے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی، ہمارے پاس تمکین (قدرت و غلبہ) کے تمام اوصاف موجود ہیں، اور ہم عظمت و وقار کے مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، اِن شاء اللہ۔ ہمارے پاس کامل عقیدہ، جامع عملی نمونہ، نوجوان ولولہ انگیز شباب، بے پناہ مال و اسباب، اسٹریٹجک محل وقوع، درخشاں ذہن، واضح راہ مستقیم، سیرتِ نبوی ﷺ، اور تابناک تاریخ موجود ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے پاس بشارتیں موجود ہیں جو کہ بس قریب ہی ہیں۔

ان تمام رکاوٹوں کے باوجود، اسی امت میں مخلص حاملین دعوت، حفاظ کرام اور ثابت قدم مجاہدین بھی موجود ہیں۔ بخدا، مغرب کانپ اٹھتا ہے جب وہ امت میں کسی سنجیدہ تحریک کو دیکھتا ہے، وہ خوف کے مارے سو نہیں سکتا کہ کہیں یہ امت پھر دوبارہ کسی خلیفۂ راشد کے پیچھے متحد نہ ہو جائے۔ اللہ کی قسم، مغرب اپنے ہی معاشروں میں اسلام قبول کرنے والوں کے سالانہ اعداد و شمار پڑھتے ہوئے لرز اٹھتا ہے، جو ان کے گلے سڑے بوسیدہ نظریات کے لئے خطرہ ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو خبردار کرتے ہیں کہ آئندہ چار دہائیوں میں اسلام دنیا کا غالب دین ہو گا۔ اور یہ صورتحال تو اس وقت ہے جبکہ امت بغیر کسی متحد ریاست، بغیر خلیفہ، اور بغیر بیعت کے ہے۔ تو ذرا سوچو... اگر یہ سب کچھ موجود ہو تو کیا صورتحال ہو گی؟

## اے نوجوانو! اے شباب!

اللہ جَلَّ جَلَالَہُ پر بھروسہ کرو، اپنی امت پر اعتماد رکھو، اپنے آپ پر اور اپنی تبدیلی کی صلاحیت پر یقین رکھو۔ یقین رکھو کہ اگر تم اللہ جَلَّ جَلَالَہُ کو مضبوطی سے تھام لو اور ان مایوسی پھیلانے والوں کو رد کر دو، تو تم ہی فتح کی نسل ہو اور کوئی نہیں۔

ہمارے رسول ﷺ کو پر امیدی پسند تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: **«بَشِّرْ هَذِهِ الأُمَّةَ بِالتَّيْسِيرِ، وَالسَّنَاءِ وَالرِّفْعَةِ بِالدِّينِ، وَالتَّمْكِينِ فِي البِلَادِ، وَالنَّصْرِ» "اس امت کو آسانی، عظمت، دین کے ذریعے برتری، عالم میں تمکین، اور نصرۃ کی خوشخبری دے دو"۔**

اگر ہم اتنے ہی بے وقعت ہوتے، تو کافر ہم سے لڑنا کیوں نہ چھوڑتے؟ وہ کسی وہم سے نہیں لڑتے، بلکہ حقیقت سے لڑتے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ اس امت کو صرف ایک خلیفۂ راشد کی کمی ہے جو اسے ایک صف میں متحد کر دے۔

لہٰذا اللہ جَلَّ جَلَالَہُ پر توکل کرو، اور اُن لوگوں کے ساتھ کام کرو جو اس دن کے لئے کام کر رہے ہیں، تا کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہُ اپنی قوت و قدرت سے اس صبحِ صادق کو قریب کر دے۔

فہرست

# پاکستان کے لیے امریکہ سے اتحاد جائز نہیں ہے اور نہ ہی افغانستان کے لیے بھارت سے اتحاد جائز ہے

مصعب عمیر–ولایہ پاکستان

پاکستانی وزیر دفاع خواجہ آصف نے پیر (20 اکتوبر 2025) کو افغان الزامات کو یکسر مسترد کر دیا کہ اسلام آباد کابل میں حکومت کی تبدیلی لانے کے لیے امریکہ کی طرف سے کام کر رہا ہے، اور اس دعوے کو سراسر بکواس قرار دیا۔... اسلام آباد طویل عرصے سے یہ کہتا رہا ہے کہ بھارت، جو کہ اس کا دیرینہ دشمن ہے، تحریک طالبان پاکستان (TTP)، جو عام طور پر پاکستانی طالبان کے نام سے جانی جاتی ہے، اور دیگر عسکریت پسندوں کی، پاکستان کے خلاف حمایت کے لیے افغانستان کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔ نئی دہلی اس دعوے کی تردید کرتی ہے۔(عرب نیوز)

وزیر دفاع کے بیان سے قطع نظر، یہ واضح ہے کہ افغانستان کے حکمرانوں کی جانب سے پاکستان پر امریکہ کے لیے کام کرنے کا الزام عائد کرنے کی وجہ اسلام آباد کا واشنگٹن کے ساتھ معاشی اور فوجی اتحاد ہے۔ دوسری طرف، یہ واضح ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں کی جانب سے افغانستان کے حکمرانوں پر بھارت کے لیے کام کرنے کا الزام عائد کرنے کی وجہ کابل کا نئی دہلی کے ساتھ اتحاد ہے۔

پاکستان اور افغانستان کے درمیان خونی جھڑپیں، اور ان کی نازک جنگ بندی، مسلمانوں کے درمیان ایک سنگین تنازعے کا باعث ہے جسے صرف اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کر کے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا، ﴿ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ **"اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر اور بہترین انجام ہے۔"**[(سورۃ النساء-آیت 59) تو جب ہم اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں کیا ملتا ہے؟

**پہلی بات:** جنگی ریاستوں کے ساتھ اتحاد کرنا جائز نہیں ہے۔ امریکہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسی ریاست ہے جو مسلمانوں سے مسلسل لڑ رہی ہے، اور فلسطین پر قبضے اور غزہ میں نسل کشی میں یہودی وجود کی مدد کرتی ہے۔ جہاں تک بھارت کا تعلق ہے، وہ کشمیر پر قابض ہے

اور اپنے زیر اثر علاقوں میں اسلام سے لڑ رہا ہے۔ عملی طور پر ان ریاستوں کے ساتھ مستقل معاہدہ کرنا جائز نہیں ہے جو حالتِ جنگ میں ہیں۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے فرمایا ﴿**إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ**﴾ **"اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اور تمہارے نکالنے میں دوسروں کی مدد کی۔ اور جو کوئی ان سے دوستی کرے گا، تو وہی ظالم ہیں۔"** [سورۃ الممتحنہ - آیت 9]

**دوسری بات:** لڑائی کو دائمی مدت تک روکنا، اور مستقل جنگ بندی (ہدنہ) کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ جہاد کو معطل کرتا ہے، جسے قیامت کے دن تک جاری رہنا چاہیے۔ ایک مستقل جنگ بندی اسلام کے پھیلاؤ کو بھی روکتی ہے، وہ پھیلاؤ جو تب تک جاری رہنا چاہیے جب تک کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اسلام کو زندگی کے تمام دیگر طریقوں پر غالب نہ کر دے۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے فرمایا ﴿**وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ**﴾ **"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔"** (سورۃ الانفال - آیت 39] اور رسول ﷺ نے فرمایا «**وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ**» **"جب سے اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس وقت سے جہاد جاری رہے گا، یہاں تک کہ میری امت کا آخری فرد دجال سے لڑے گا۔"** (ابو داؤد نے انس کے ذریعے روایت کیا)

**تیسری بات:** مسلمانوں کی ریاست کے لیے دیگر ریاستوں کے ساتھ فوجی معاہدے کرنا جائز نہیں ہے، جیسے کہ باہمی دفاعی معاہدے، باہمی سلامتی کے معاہدے، اور اس سے متعلق کوئی بھی فوجی سہولت، مثلاً فوجی اڈے، ہوائی اڈے، یا بندرگاہیں کرائے پر دینا۔ کافر ریاستوں اور ان کی افواج سے مدد طلب کرنا بھی جائز نہیں ہے، نہ ہی ان ریاستوں سے قرضے اور امداد لینا جائز ہے۔ اسلام نے ان معاہدوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کے لیے کافر ریاستوں کے ساتھ، یعنی مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کے ساتھ، ایسے معاہدے کرنا منع کیا ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ مسلمان کے لیے کفر کے پرچم تلے، یا کفر کی خاطر، یا کافر ریاست کی جانب سے لڑنا، یا کسی کافر کو مسلمانوں پر یا سرزمینِ اسلام پر اختیار دینا حرام ہے۔ رسول ﷺ نے مسلمانوں کو کافر ریاستوں سے امداد طلب کرنے سے منع فرمایا، جیسا کہ آپ نے مشرکین کی آگ سے روشنی طلب کرنے سے منع کیا، جب آپ نے فرمایا «**لاَ تَسْتَضِيئُوا بِنَارِ الْمُشْرِكِينَ**» **"مشرکین کی**

آگ سے روشنی مت طلب کرو۔" (احمد) آگ، جنگ کے لیے کنایہ (مجاز) ہے۔ رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا «فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ» "ہم کسی مشرک سے امداد نہیں لیتے۔" (صحیح ابن حبان)

**اے پاکستان اور افغانستان کے مسلمانو!**

جان لو کہ بھارت اور پاکستان میں دونوں حکومتوں کا آقا امریکہ ہی ہے، اور امریکہ ہی وہ ہے جو دونوں حکومتوں کو کوئی کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور کسی کام سے منع کرتا ہے تاکہ وہ اس کے مفادات کی تکمیل کریں۔ بھارت یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ صف بندی کرنا یا اتحاد کرنا امریکی جال میں پھنسنا ہے۔ ہم کابل میں موجود حکومت کی جانب سے بھی اسی آقا سے براہ راست یا بالواسطہ طور پر معاملہ جاری رکھنا قبول نہیں کرتے۔ اگر یہ جاری رہا، تو یہ امت اور اس کے مفادات کے خلاف ایک سازش ہوگی، جو امریکی بادشاہ ٹرمپ کے مطالبہ کردہ بگرام اڈے کے سرنڈر کو قبول کرنے کے مترادف ہے۔

**اے پاکستان اور افغانستان کے مسلمانو بالعموم اور ان کے علماء بالخصوص!**

ہم سب پر لازم ہے کہ افغانستان کے حکمرانوں سے مطالبہ کریں کہ وہ بھارت کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر دیں۔ ہم سب پر لازم ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں سے مطالبہ کریں کہ وہ امریکہ کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر دیں۔ ہم سب پر لازم ہے کہ اپنے تمام معاملات میں دین کے نفاذ کا مطالبہ کریں۔ یہ نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافت راشدہ ہی ہوگی جو پوری امت کو اور اس کے وسائل کو ایک طاقتور ریاست کے طور پر متحد کرے گی، ہماری مقبوضہ زمینوں کو آزاد کرائے گی اور ہمارے دشمنوں کو پسپا ہونے پر مجبور کرے گی۔

**اے پاکستان آرمی کے افسرو اور سپاہیو اور افغانستان کے مجاہدو!**

اس ہر تلوار کو توڑ دو جو کسی دوسرے مسلمان کے خلاف اٹھائی گئی ہے۔ اپنی تمام تلواروں کا رخ ہندو ریاست، یہودی وجود اور صلیبیوں کے سرغنہ، امریکہ کی طرف کر دو۔ اپنے نفوس کا جائزہ لو اور قبائلی عصبیت اور قوم پرستی کے بتوں سے خود کو پاک کر لو، کیونکہ یہ تمہیں جہنم کی آگ کا ایندھن بناتے ہیں۔ دین اسلام کے سامنے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کرنے کا پختہ ارادہ کرو، کسی شرعی حکم کے التواء کے لیے کوئی بہانہ بنائے بغیر۔ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت راشدہ کے قیام کے لیے اپنی نصرۃ (عسکری حمایت) فراہم کرو۔ خلافت راشدہ آپ سب کو ایک واحد فوجی طاقت کے طور پر متحد کرے گی تاکہ دشمنوں کو خوفزدہ کیا جائے اور اہل ایمان کے دلوں کو شفا ملے۔

[فہرست](#)

# سوال وجواب: فاریکس مارکیٹ میں ٹریڈنگ

امین جرار کے لئے

**سوال:**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ خیر وعافیت سے رہیں۔

سوال یہ ہے کہ: معاہدہ برائے فرق (سی ایف ڈی) کا استعمال کرتے ہوئے فاریکس مارکیٹ (غیر ملکی زرمبادلہ مارکیٹ) میں تجارت، جہاں تجارت اور سٹہ بازی، اثاثوں کی قیمت کے اتار چڑھاؤ کی بنیاد پر ہوتی ہیں، بجائے اس کے کہ اسے معمول کے مطابق خرید و فروخت کیا جائے۔

فاریکس مارکیٹ ایک عالمی مارکیٹ ہے جو بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں کے ذریعہ منظم کی جاتی ہے جو تاجروں، مالیاتی ثالثوں، اور دیگر اداروں جیسے بینکوں اور ہیج فنڈز کی نگرانی کرتی ہے۔

فاریکس مارکیٹ میں داخلے کے لئے، مجھے ایک بروکر کی ضرورت ہے جس کے ساتھ میرا کاروباری معاہدہ اور شراکت ہے، جس میں سی ایف ڈی معاہدہ بھی شامل ہے۔ میں اس بروکر کو رقم جمع کرواد یتاہوں اور ایک موبائل ایپلی کیشن کے ذریعے، میں غیر ملکی کرنسیوں کی تجارت کر سکتاہوں۔

أسامة الفارعة:

اس موضوع پر بہت سے فتوے آ چکے ہیں، چاہے ان کا جواب جائز ہو یا حرام (جو اکثریت کی رائے ہے)۔ جن میں صرف بیعانہ اور اوورنائٹ فیس (ربا) کے مسئلے پر توجہ دی گی ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جس سے ٹریڈنگ کے دوران آسانی سے بچا جاسکتا ہے۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ: کیا معاہدے کا اصول خود شریعت کے مخالف ہے؟

براہِ مہربانی وضاحت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، شکریہ

**جواب:**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فاریکس کے بارے میں جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ "فاریکس"، "فارن ایکسچینج (غیر ملکی زرِ مبادلہ)" کا مخفف ہے، جس کا مطلب ہے غیر ملکی کرنسیوں کا تبادلہ کرنا۔ یہ کرنسیوں کی خرید و فروخت کے لئے ایک بہت بڑی عالمی منڈی ہوتی ہے جس کا مقصد ان کی قیمتوں میں ہونے والے اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے 14 اکتوبر 2024ء کو اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیا تھا، اور میں یہاں اس میں کرنسی ٹریڈنگ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا اس کا حوالہ دوں گا:

"جہاں تک سونے اور چاندی کا تعلق ہے تو ان کو ایک دوسرے کے بدلے یا نقد رقم کے بدلے بیچنا اور خریدنا ہاتھوں ہاتھ کرنا ضروری ہے، جیسا کہ بخاری اور ابو داؤد میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ «الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ» "سونے کے بدلے چاندی بیچنا سُود ہے، سوائے اس کے کہ جب یہ معاملہ یہ لو اور یہ دو (دست بدست) کی صورت میں ہو"۔ لہٰذا چاندی کے بدلے یا نقد رقم کے بدلے سونا خریدنا درست نہیں ہے سوائے کہ یہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔

اور چونکہ جب ہم یہ جان چکے ہیں کہ آن لائن تجارت کیسے کی جاتی ہے جہاں اس کا تبادلہ فوری طور پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں گھنٹوں یا دن لگ سکتے ہیں، اس لئے انٹرنیٹ پر الیکٹرانک کارڈ سے سونا اور چاندی خریدنا جائز نہیں ہے جب تک کہ سونا یا چاندی خریدتے وقت کارڈ سے کٹوتی فوراً یعنی دست بدست نہ ہو۔ لہٰذا سونا یا چاندی اس وقت تک وصول نہ کریں سوائے اس کے کہ جب آپ کے اکاؤنٹ سے رقم کی کٹوتی کرلی جائے۔ اور چونکہ آن لائن ٹریڈنگ میں فوری طور پر کوئی تبادلہ نہیں ہوتا بلکہ ایک یا دو دن لگ جاتے ہیں اور اس کے بعد تبادلہ ہوتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔

- اسٹاک اور بانڈز کی تجارت حرام ہے کیونکہ اسٹاک کا تعلق مشترکہ کمپنیوں سے ہے جو اسلامی شریعہ کے مطابق باطل ہیں اور اس لئے کہ چونکہ بانڈز سود سے منسلک ہوتے ہیں۔ ہم نے مشترکہ اسٹاک کمپنیوں کے موضوع کو "نظام الاقتصاد" کی کتاب میں تفصیل سے بیان کیا ہے، نیز اسٹاک مارکیٹس کی ہنگامہ خیزی کو دیگر کتابوں میں بھی بیان کیا ہے۔ ہم نے "اسٹاک مارکیٹوں کی ہنگامہ آرائی" کے عنوان سے کتابچے میں ذکر کیا ہے اور اس معاملے کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"جہاں تک ان حصص اور سیکورٹیز کے لین دین سے متعلق شرعی حکم کا تعلق ہے، چاہے خرید و فروخت ہو، یہ جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حصص کسی ایسی کمپنی کے ہیں جو شریعت کے مطابق حرام ہے۔ یہ درحقیقت بلوں کے سرٹیفکیٹ ہیں جن میں حلال سرمائے اور حرام کے منافع سے ملی جلی رقم ہوتی ہے، جو حرام لین دین سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر بل ایک حصص کی قیمت کی نمائندگی کرتا ہے، اور یہ حصہ ان اثاثوں کے حصے کی نمائندگی کرتا ہے جو حرام کمپنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اثاثوں کو ایک حرام لین دین کے ساتھ ملایا گیا ہے جس کی شریعت میں ممانعت ہے۔ چنانچہ یہ پیسہ حرام ہے، جس کی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے، اور اس طرح کے پیسوں کا کاروبار بھی حرام ہے۔ بانڈز کا بھی یہی حال ہے، جس میں سود کے ساتھ پیسہ لگایا جاتا ہے، اور اسی طرح بینک کے حصص کا بھی اسی طرح کا معاملہ ہے، کیونکہ ان سب میں حرام کی رقم ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی خرید و فروخت حرام ہے، کیونکہ ان میں موجود رقم حرام ہے"۔[اختتام اقتباس]

انٹرنیٹ پر کاغذی کرنسیوں کی تجارت کرنا، جیسے ڈالر اور یورو وغیرہ، تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی ہاتھوں ہاتھ تبادلہ نہیں ہوتا ہے، جو کہ رقم کے تبادلے میں ضروری ہے۔ دست بدست ایکسچینج، جیسا کہ یہ اصول سونے اور چاندی پر لاگو ہوتا ہے تو یہ کرنسی کی بنیاد پر کاغذی پیسے پر بھی لاگو ہوتا ہے، یعنی انہیں قیمتوں اور اجرت کے طور پر استعمال کرنا۔ ہم نے 11 جولائی، 2004ء کو ایک سوال کے جواب میں درج ذیل نکات بیان کئے ہیں:

"کاغذی کرنسیوں سے لین دین کرنا"

جی ہاں سونے اور چاندی پر سود اور دیگر نقدی کے جن احکام کا اطلاق ہوتا ہے وہی اصول کاغذی کرنسیوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کاغذات میں وجہ (نقدی، یعنی قیمتوں اور اجرت کے طور پر اس کا استعمال) کا ادراک انہیں رقم کے احکام کے تابع کرتا ہے۔ لہٰذا ان کاغذات سے ادھار پر اجناس خریدنا حدیث میں مذکور اشیاء پر بھی لاگو ہوتا ہے، یعنی یہ قرض نہیں ہے۔ موضوع درج ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»** "سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گیہوں کے بدلے گیہوں، جو کے بدلے جو، کھجور کے

**بدلے کھجور، نمک کے بدلے نمک، جنس کے بدلے جنس برابر کے برابر، مساوی مقدار میں، ہاتھوں ہاتھ۔ اور اگر یہ اصناف مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو، بشرطیکہ وہ ہاتھوں ہاتھ (یعنی نقد) ہو**"یعنی ادھار پر نہ ہو۔ (بخاری و مسلم نے عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کیا ہے)۔

جب یہ سودی (ربوی) اقسام مختلف ہوں تو عبارت واضح ہے کہ فروخت جیسی چاہو ویسی ہو سکتی ہے، یعنی ایک جنس کے بدلے ایک جنس ہونا شرط نہیں، بلکہ تبادلہ (یعنی دست بدست لین دین) ہونا شرط ہے۔ لفظ "اقسام" تمام سودی اقسام (یعنی وہ چھ اقسام) کے بارے میں عام طور پر استعمال ہوا ہے، اور اس میں سے کسی چیز کو صرف نص (دلیلِ شرعی) کے ذریعے ہی مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے۔ اور جہاں کوئی نص موجود نہ ہو، وہاں حکم یہ ہے کہ گندم کا جَو کے بدلے لین دین جائز ہے، یا گندم سونے کے بدلے، یا جَو چاندی کے بدلے، یا کھجور نمک کے بدلے، یا کھجور سونے کے بدلے، یا نمک چاندی کے بدلے... وغیرہ۔ چاہے تبادلے کی قدریں اور قیمتیں کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہوں، لیکن جب معاملہ ہاتھوں ہاتھ ہو (یعنی اُدھار نہ ہو)، تو یہ جائز ہے۔ اور جو حکم سونا اور چاندی پر لاگو ہوتا ہے، وہی کاغذی کرنسی پر بھی لاگو ہوتا ہے، کیونکہ ان سب میں مشترک علت "نقد" ہے — یعنی ان کا استعمال قیمت اور اجرت کے طور پر۔ (اختتام)

جب سونے کی خرید و فروخت میں آن لائن تجارت کے طریقہ کار کا مطالعہ کیا گیا، تو یہ بات واضح ہوئی کہ ادائیگی یا معاملے کی تکمیل عموماً عقد کے دن سے ایک یا دو دن کی تاخیر سے ہوتی ہے۔ یہ تاخیر اس شرط کے خلاف ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی، یعنی "دست بدست"۔ امام بخاریؒ براء بن عازبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **«مَا كَانَ يَداً بِيَدٍ فَخُذُوهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فذَرُوهُ» "جو معاملہ ہاتھوں ہاتھ ہو، اسے قبول کرو، اور جو اُدھار ہو، اسے چھوڑ دو"**۔ امام مسلم نے مالک بن اوس بن الحدثانؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں آیا اور کہا، "کون درہم کا تبادلہ کرے گا؟"، طلحہ بن عبید اللہؓ، جو اُس وقت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا: "ہمیں اپنا سونا دکھاؤ، پھر ہمارے خادم کے آنے پر ہمارے پاس آنا، ہم تمہیں تمہارے درہم دے دیں گے"۔ عمر بن خطابؓ نے فرمایا: "نہیں، اللہ کی قسم، یا تو اسے اس کی رقم دے دو یا اس کا سونا اس کو واپس کر دو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ...» "سونے کے بدلے چاندی بیچنا سود ہے، سوائے اس کے کہ جب یہ معاملہ یہ لو اور یہ دو (دست بدست) کی صورت میں ہو"**۔

اس اصول کے مطابق، یورو، ڈالر، اور کرنسی کی دیگر شکلوں کو انٹرنیٹ پر تجارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں فوری طور پر کوئی تبادلہ نہیں ہوتا ہے۔ [اختتام اقتباس]

جواب کا اقتباس یہاں ختم ہو تا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کافی ہے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ بہتر جانتا ہے۔[11 ربیع الثانی 1446ھ - بمطابق 14 اکتوبر،2024ء]۔

مذکورہ بالا بات پچھلے جواب کو مکمل کرتی ہے۔ لہٰذا، چونکہ یہ لین دین جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے، یہ معاملہ درست نہیں ہے، اس لئے مذکورہ کام کو انجام دینے کا معاہدہ بھی درست نہیں ہے۔

یہی رائے مجھے اس معاملے میں زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے، وہ حکمت والا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل أبو الرشتة

11 جمادی الأولی 1447ھ-

بمطابق 2 نومبر 2025 عیسوی

#Amir_of_Hizb_ut-Tahrir

#أمیر_حزب_التحریر

فہرست

# سوال وجواب: سوڈان، ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کی جانب سے الفاشر کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد

(عربی سے ترجمہ)

**سوال:**

"امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے مشرقِ وسطیٰ کے امور کے سینئر مشیر، مسعد بولوس نے تصدیق کی ہے کہ سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) نے تین ماہ کی جنگ بندی پر اتفاق کر لیا ہے، جو 12 ستمبر کو اعلان کردہ چار ملکی منصوبے کی بنیاد پر ہے، جس میں متحدہ عرب امارات، امریکہ، سعودی عرب، اور مصر شامل ہیں..." (اسکائی نیوز عربیہ، 03 نومبر، 2025ء)۔

اس امریکی منصوبے پر سوڈانی فریقوں، یعنی سوڈانی حکومت اور ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کی یہ رضامندی اس وقت سامنے آئی جب RSF نے دارفور کے دارالحکومت الفاشر پر قبضہ کر لیا۔ ان معاہدوں کے پسِ پردہ کیا حقائق ہیں؟ ایسی کیا صورتحال پیدا ہوئی کہ سوڈانی فوج الفاشر کو کھو بیٹھی حالانکہ اس نے طویل عرصے تک ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کے حملوں کے خلاف اس بڑے اور مضبوط قلعہ بند شہر کا دفاع کیا تھا؟ آخر یہ شہر کس طرح ان کے ہاتھوں سے نکل گیا؟ اور اس سب کے نتائج و اثرات کیا ہیں؟

**جواب:**

مذکورہ بالا سوالات کے جواب کی وضاحت کے لئے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیں گے:

**اول: الجزیرہ نے اپنی ویب سائٹ پر 28 اکتوبر 2025ء کو رپورٹ کیا:**

"ریپڈ سپورٹ فورسز نے اتوار کی صبح اعلان کیا کہ انہوں نے ایک سال سے زیادہ عرصے تک جاری محاصرے کے بعد الفاشر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ فورسز نے دارفور کی تمام پانچ ریاستوں پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا ہے، اور ملک اب دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے، یعنی مشرقی حصہ جو سوڈانی فوج کے کنٹرول میں ہے اور مغربی حصہ جو ریپڈ سپورٹ فورسز کے زیرِ قبضہ ہے"۔

الجزیرہ کی رپورٹ کا خلاصہ یہ واضح کرتا ہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز کا الفاشر پر قبضہ کر لینا محض جنگ میں کسی شہر کا جیت لینا نہیں ہے، بلکہ پورے خطے پر ایک غیر معمولی غلبہ حاصل کر لینا ہے! ریپڈ سپورٹ فورسز نے اس شہر کا ایک سال تک محاصرہ کیا ہوا تھا، اور ان کے پاس وہ جدید ہتھیار بھی نہیں تھے جو سوڈانی فوج کی دفاعی یونٹس کے مقابلے میں فیصلہ کن جیت دلا سکتے۔ یہ یونٹس ایک سال تک بہادری سے شہر کا دفاع کرتی رہیں، لیکن اچانک برہان کی حکومت نے علیحدگی پسند باغی کمانڈر حمدان دگالو (حمیدتی)، جو ریپڈ سپورٹ فورسز کا سربراہ ہے، اس کے حوالے شہر سونپ دیا۔ یہ حوالگی کھلم کھلا اور بالکل واضح انداز میں کی گئی تھی۔

1- "سوڈان کی خودمختار کونسل کے چیئرمین عبدالفتاح البرہان نے کہا کہ سوڈانی عوام اور مسلح افواج بالآخر کامیابی حاصل کر لیں گے، اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ شمالی دارفور کی ریاست کے دارالحکومت، الفاشر میں قیادت کا جائزہ یہ تھا کہ یہ شہر الفاشر جس قدر تباہی کا شکار ہو چکا ہے، اسے خالی کر دیا جائے"۔ (الجزیرہ نیٹ، 27 اکتوبر 2025ء)، پھر انہوں نے اپنے بیان کے بعد کھلے سے الفاظ کہے، "البرہان نے ٹیلی ویژن پر دیئے گئے ایک خطاب میں مزید کہا کہ 'ہماری افواج فتح حاصل کرنے، بساط پلٹ دینے، اور علاقے واپس حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں'، اور انہوں نے مزید کہا، 'ہم اپنے تمام شہداء کا انتقام لینے کے لیے پرعزم ہیں'"۔

2- "سوڈانی فوجی ذرائع نے الجزیرہ کو بتایا کہ سوڈانی فوج نے الفاشر میں ایک ڈویژن ہیڈ کوارٹر کو 'حکمت عملی کی وجوہات' کی بنا پر خالی کر دیا"۔ (الجزیرہ نیٹ، 27 اکتوبر 2025ء)

عبدالفتاح البرہان اور اس کے فوجی ذرائع کے ان بیانات سے حتمی طور پر نہیں تو بہرحال واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہر کو ریپڈ فورسز کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہوئے، سوڈانی فوج نے الفاشر کو خالی کر دیا۔

**دوئم: البرہان کی حکومت اور اس کی فوجی قیادت نے ایک سال تک اپنے مرکزی علاقوں سے الفاشر میں موجود اپنے دستوں کو فوجی اور لاجسٹک امداد فراہم کرنے سے گریز کئے رکھا۔** نتیجتاً، یہ دستے محاصرے میں رہے، اور شہر کے اندر ہی موجود محدود وسائل کے ساتھ ریپڈ سپورٹ فورسز کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہے اور انہیں پیچھے دھکیلتے رہے۔ برہان حکومت کی فوجی کمانڈ نے، جس نے الخرطوم، اُم درمان، اور بحري شہر سے ریپڈ سپورٹ فورسز کا صفایا کرنے کا دعویٰ کیا تھا، یقینی طور پر الفاشر میں بھی اپنے بڑے دستوں کی مدد کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی، مگر وہ ایک سال تک ایسا کرنے میں ناکام رہی۔ بالفاظِ دیگر، منصوبہ ہی یہ تھا کہ ان دستوں کو ڈھیر ہونے دیا جائے۔

**سوئم: جب معاملے کو قریب سے دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ علیحدگی پسند باغی حمیدتی کی فورسز کو شہر حوالہ کرنے کا عمل عین اس وقت شروع ہوا جب امریکہ دونوں سوڈانی فریقوں کے درمیان جنگ بندی کے مقصد سے امریکہ میں مذاکرات کروا رہا تھا۔** ”سوڈانی خود مختار کونسل کی جانب سے واشنگٹن میں ریپڈ سپورٹ فورسز کے ایک وفد کے ساتھ براہِ راست یا بالواسطہ مذاکرات کی تردید کے بعد، سفارتی ذرائع نے انکشاف کیا کہ سوڈانی وزیرِ خارجہ محی الدین سالم سرکاری دورے پر امریکہ پہنچ گئے ہیں، اور ان کا مقصد سوڈان میں دو سال سے جاری جنگ کو روکنے کے لیے کی جانے والی کوششوں پر بات چیت کرنا ہے“۔ (العربیہ، 24 اکتوبر 2025)

اس کا مطلب ایک ہی ہے: امریکہ نے اپنے دونوں سوڈانی ایجنٹوں — برہان اور حمیدتی — کے وفود کو واشنگٹن میں بُلا حاضر کیا، اور سوڈانی خود مختار کونسل کی جانب سے واشنگٹن میں ریپڈ سپورٹ فورسز کے ساتھ مذاکرات سے انکار کرنا ہی دراصل اس بات کا ثبوت ہے۔ امریکہ کے ان دونوں ایجنٹوں کو دیئے گئے امریکی احکامات پر کھلم کھلا عمل درآمد دو یا تین دن بعد الفاشر میں کیا گیا۔ اسی ذرائع کے مطابق، ”ذرائع نے العربیہ / الحدث نیوز کو جمعہ کے روز بتایا کہ سوڈانی وزیر واشنگٹن میں امریکی انتظامیہ کے حکام سے ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع کریں گے، جن میں امریکی صدر کے سینئر مشیر برائے مشرقِ وسطیٰ و افریقی امور، مسعد بولوس بھی شامل ہیں۔ ذرائع نے مزید کہا کہ سالم اپنے کئی عرب ہم منصبوں سے بھی ملاقات کریں گے، اور یہ دورہ امریکی انتظامیہ کی جانب سے دی گئی باضابطہ دعوت پر کیا جا رہا ہے تاکہ باہمی دلچسپی کے کئی امور پر گفتگو کی جا سکے۔ ایک امریکی عہدیدار نے العربیہ / الحدث نیوز کو یہ بھی بتایا کہ بولوس سوڈانی بحران پر چار فریقی اجلاسوں کی صدارت کریں گے“۔

امریکہ کی جانب سے اپنے دو ایجنٹوں کے وفود کو واشنگٹن میں اکٹھا کرنے کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ایک سفارتی عہدیدار نے گزشتہ روز، جمعرات کے دن، اس بات کی تصدیق کی کہ چار رکنی گروپ (امریکہ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، اور مصر) آج واشنگٹن میں سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز کے نمائندوں کے ساتھ ملاقات کرے گا تاکہ دونوں فریقوں کو تین ماہ کے لئے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر جنگ بندی کے لئے مجبور کیا جا سکے۔ اس نے کہا کہ اس ملاقات کا مقصد ہے ”دونوں فریقوں پر متفقہ طور پر دباؤ ڈالنا تاکہ جنگ بندی کو مستحکم کیا جا سکے اور انسانی امداد کو شہریوں تک پہنچنے کی اجازت دی جا سکے“۔ (العربیہ، 24 اکتوبر 2025)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز کے الفاشر پر حملے اور سوڈانی فوج کی جانب سے اس کے خالی کئے جانے کا وقت، اور واشنگٹن میں ہونے والی ملاقات کا وقت بِلا کسی شک وشبہ کے اس بات کی واضح نشاندہی کرتا ہے کہ اس سٹریٹجک شہر کو ریپڈ سپورٹ فورسز کے

حوالے کرنے کا فیصلہ واشنگٹن میں کیا گیا تھا، اور دونوں سوڈانی فریقوں نے فوراً اس فیصلہ پر عمل درآمد شروع کر دیا، یعنی ٹھیک دو دن بعد اور تیسرے دن نتیجہ حاصل کر لیا گیا۔

**چوتھا نکتہ: واشنگٹن میں ہونے والی مذکورہ ملاقات دراصل دوسرا مرحلہ تھی، جو پہلے مرحلے کے بعد منعقد ہوئی،** جب امریکہ نے اپنے ایجنٹوں اور خطے میں موجود اپنے ان تابعدار ممالک کو جمع کیا، جنہیں چار رکنی گروپ (سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مصر) کہا جاتا ہے، اور سوڈان میں لڑائی روکنے کے لیے اپنا حکم نافذ کرنا شروع کیا۔ العربیہ نیوز نے 12 ستمبر 2025ء کو اس اجلاس سے جاری ہونے والا بیان رپورٹ کیا:

"مشترکہ بیان میں کہا گیا: 'امریکہ کی دعوت پر، امریکہ، مصر، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے وزرائے خارجہ نے سوڈان میں جاری تنازعہ پر تفصیلی مشاورت کی۔ اور یاد دہانی کرائی گئی کہ اس تنازعہ نے دنیا کے بدترین انسانی بحران کو جنم دیا ہے اور علاقائی امن و سلامتی کے لیے سنگین خطرات پیدا کر رہا ہے۔ وزراء نے اپنے اس عزم کی توثیق کی کہ وہ سوڈان میں تنازعہ کے خاتمے کے لیے مشترکہ اصولوں کے پابند ہیں'۔ بیان کے چوتھے نکتے میں کہا گیا: 'سوڈان میں حکومت کا مستقبل سوڈانی عوام خود ایک جامع اور شفاف عبوری عمل کے ذریعے طے کریں گے، جس پر متصادم فریقین میں سے کسی کا بھی کنٹرول نہیں ہوگا'۔ بیان کے ایک اور نکتے میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ: 'سوڈانی مسلح افواج اور ریپڈ سپورٹ فورسز کی مؤثر شرکت کے ساتھ تنازعہ کے حل کے لیے مذاکراتی تصفیے کی حمایت میں تمام ممکنہ کوششیں کی جائیں گی'"۔

ایک طرف تو یہ چار رکنی گروپ ایک ایسا فارمولا ہے جو امریکہ نے اس لیے منتخب کیا تاکہ سوڈان کے مسئلے کا اس کا حل علاقائی رنگ میں ظاہر ہو، یعنی یہ کہ خطے کے اہم ممالک کی منظوری سے ہو۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ یہ ممالک واشنگٹن کی ہدایت کے بغیر ہرگز حرکت میں نہیں آتے، اور امریکہ کے اشارے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ دوسری طرف، بیان کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوڈان کے تنازعہ میں شامل دونوں فریقوں کو مساوی ہم پلہ حیثیت میں تسلیم کیا گیا ہے اور انہیں مؤثر طور پر شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ یعنی، بیان میں ریپڈ سپورٹ فورسز کو علیحدگی پسند یا باغی فورسز کے طور پر نہیں پیش کیا گیا، نہ ہی انہیں اپنی بغاوت ختم کرنے کی تلقین کی گئی ہے، حالانکہ انہوں نے سوڈان کو تقسیم کرنے کے لیے ایک علیحدہ حکومت تشکیل دے رکھی ہے۔

**پانچواں نکتہ: ریپڈ سپورٹ فورسز کے الفاشر، جو ایک اسٹریٹیجک شہر ہے، اس پر قبضہ کر لینے کے بعد** ان کا اس علاقے پر کنٹرول دراصل پورے دارفور خطے پر قبضے کے مترادف ہے، کیونکہ اس کی پانچ میں سے زیادہ تر ریاستیں پہلے ہی ریپڈ سپورٹ فورسز کے عملی کنٹرول میں تھیں۔ لہٰذا، تین ماہ کی جنگ بندی پر اتفاق کرنا یا اس کا مطالبہ کرنا دراصل امریکہ کا یہ تسلیم کرنا ہے کہ ریپڈ سپورٹ فورسز کا کنٹرول ہو اور دارفور خطے میں، اور خاص طور پر خطے کے سب سے اہم شہر، الفاشر میں ریپڈ سپورٹ فورسز کی قانونی موجودگی رہے۔ یہ جنگ بندی، جسے امریکہ "چار فریقی معاہدہ" کے طور پر پیش کر رہا ہے، دراصل اگلے مرحلے کی راہ کو ہموار کرتی ہے، یعنی سوڈان کے تنازعہ میں شامل دونوں فریقوں کے درمیان مزید مذاکرات۔ یہ اس وقت ہو رہا ہے جب امریکہ کے منصوبوں نے ریپڈ سپورٹ فورسز کو پورے دارفور پر قابض ہونے کا موقع فراہم کر دیا، اور جب امریکہ کے ایجنٹ حمدان دگالو (حمیدتی) نے ایک علیحدگی پسند حکومت بھی قائم کر لی، جس کا اعلان اس نے فروری 2015ء کے آخر میں کینیا کے دارالحکومت نیروبی میں کیا تھا، اور خود اس کا سربراہ بن گیا تھا۔ حمیدتی کی یہ حکومت جنوبی دارفور کے دارالحکومت نیالا سے کام کر رہی تھی، اور اب اس علیحدگی پسند حکومت کو الفاشر منتقل ہونے کے لیے راستہ مکمل طور پر ہموار ہو چکا ہے۔

**چھٹا نکتہ: جہاں تک امریکہ کے مؤقف کا تعلق ہے، وہ بالکل واضح تھا اور اس نے ریپڈ سپورٹ فورسز کے الفاشر پر قبضے پر کسی قسم کی ناراضگی یا تشویش کا اظہار بھی نہیں کیا۔** بلکہ امریکہ نے سوڈان کے لیے اپنے منصوبے کے اگلے مرحلے، یعنی جنگ بندی کی دعوت دی۔ اس سے سوڈانی فوج کے لیے الفاشر کو دوبارہ حاصل کرنے کا راستہ مکمل طور پر بند ہو جائے گا اور حمیدتی کا کنٹرول کسی قسم کی سنگینی صورتحال کے بغیر مضبوطی سے قائم ہو جائے گا۔

"افریقی امور پر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے مشیر مسعد بولوس نے سوڈان میں متحارب فریقوں سے مطالبہ کیا کہ وہ مجوزہ انسانی بنیادوں پر جنگ بندی پر غور کریں اور فوری طور پر اسے منظور کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ انہوں نے انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر تین ماہ کی جنگ بندی کی ایک تجویز پیش کی ہے، جس کا سوڈانی تنازعہ کے دونوں فریقوں نے خیر مقدم کیا ہے۔ انہوں نے ریپڈ سپورٹ فورسز پر زور دیا کہ وہ انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر جنگ بندی کے ساتھ آگے بڑھیں اور لڑائی ختم کر دیں۔ بولوس نے ایک روز قبل کہا تھا کہ دنیا ریپڈ سپورٹ فورسز کی کارروائیوں اور الفاشر کی صورتحال کو شدید تشویش کے ساتھ دیکھ رہی ہے اور شہریوں کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا ہے"۔ (الجزیرہ نیٹ، 27 اکتوبر 2025)

یہ بات بعد میں دوبارہ اس وقت کی گئی جب اسکائی نیوز عربیہ نے 3 نومبر 2025ء کو رپورٹ کیا: "امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے مشرقِ وسطیٰ کے امور کے سینئر مشیر، مسعد بولوس نے تصدیق کی کہ سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز نے تین ماہ کی جنگ بندی پر اتفاق کر لیا ہے، جو چار رکنی، متحدہ عرب امارات، امریکہ، سعودی عرب اور مصر کے 12 ستمبر کو اعلان کردہ منصوبے کی بنیاد پر ہے۔ بولوس نے پیر کے روز قاہرہ سے دیے گئے اپنے بیان میں وضاحت کی کہ جنگ بندی کے حتمی دستخط سے قبل تکنیکی اور لاجسٹک بات چیت جاری ہے، اور یہ بھی بتایا کہ دونوں فریقین کے نمائندے کچھ عرصے سے واشنگٹن میں موجود ہیں تاکہ اس کی تفصیلات پر بات چیت کی جا سکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جنگ بندی کی تجویز بحران کے خاتمے کے لیے ایک حقیقی موقع کو ظاہر کرتی ہے، اور اس نے زور دیا کہ سوڈانی فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز امریکہ کی جانب سے پیش کردہ ایک دستاویز پر بات چیت میں مصروف ہیں، جسے چار رکنی گروپ کی حمایت حاصل ہے اور جس کا مقصد امن قائم کرنا ہے۔ انہوں نے یہ بھی نشاندہی کی کہ سوڈان میں جاری تنازعہ خطے اور دنیا کے لیے، خصوصاً بحیرہ احمر کی سلامتی کے لیے، ایک خطرہ بن چکا ہے"۔ (اسکائی نیوز عربیہ، 3 نومبر 2025)

**ساتواں نکتہ: امریکی صدر ٹرمپ کے اس دعوے کے تناظر میں کہ وہ امن کو قائم کرنے والا ہے اور جنگیں ختم کرتا ہے**، یوں اس طرح امریکہ تقریباً کھلے اور واضح طور پر اپنے اُس منصوبے پر عمل کر رہا ہے اور تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے جس کے تحت سوڈان کو تقسیم کیا جائے اور دارفور کے خطے کو سوڈان سے الگ کر دیا جائے، بالکل اسی طرح جیسے پہلے سوڈان کے جنوب کو الگ کر دیا گیا تھا۔ یہی وہ بات ہے جس سے ہم بار بار خبردار کرتے رہے ہیں۔ 21 مئی 2025ء کو "ڈرون حملے اور سوڈان کی جنگ میں پیش رفت" کے عنوان سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں ہم نے کہا تھا:

"ان تمام حقائق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مشرقی سوڈان میں بڑے حملے، خصوصاً شہر پورٹ سوڈان کی اسٹریٹیجک تنصیبات پر ہونے والے حملے دراصل دارفور کی جنگ سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان حملوں کا مقصد فوج کو الفاشر پر حملہ کرنے سے روکنا اور اسے مجبور کرنا ہے کہ وہ پورٹ سوڈان کا دفاع کرنے کے لیے مشرق کی طرف منتقل ہو"۔

اور ہم نے مزید کہا تھا کہ،

”چوتھا: یہ انتہائی افسوسناک ہے کہ کافر استعماری امریکہ سوڈان میں ایسی جنگ برپا کئے ہوئے ہے جو جانیں نگل رہی ہے، اور وہ اپنے ایجنٹوں کو اس کام کے لیے کھلم کھلا استعمال کر رہا ہے، خفیہ طور پر نہیں بلکہ اعلانیہ۔ برہان اور حمیدتی سوڈانی عوام کے خون سے یہ جنگ لڑ رہے ہیں، اور اس کی واحد وجہ امریکہ کے مفادات کی خدمت کرنا ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ سوڈان کو دوبارہ تقسیم کر دے، جیسا کہ اس نے پہلے جنوبی سوڈان کو الگ کر دیا تھا۔ اب وہ ہر ممکن کوشش کر رہا ہے کہ دارفور کو باقی سوڈان سے الگ کر دے۔ اسی لیے سوڈانی فوج اپنی توجہ سوڈان کے باقی علاقوں پر مرکوز کر رہی ہے، جبکہ ریپڈ سپورٹ فورس (RSF) دارفور پر توجہ دے رہی ہے۔ اگر فوج میں موجود مخلص عناصر دارفور پر دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کے لیے متحرک ہو جائیں، تو ریپڈ سپورٹ فورس (RSF) جنگ کو سوڈان کے دوسرے علاقوں میں منتقل کر دے گی تاکہ فوج کی توجہ بٹ جائے، اور وہ دارفور سے اپنی فوجیں ہٹا کر مشرقی سوڈان کی طرف لے جائے۔ اسی مقصد کے لیے ریپڈ سپورٹ فورس (RSF) مشرقی علاقوں میں ڈرون حملے بڑھا رہی ہے، تاکہ دارفور پر مکمل قبضہ حاصل کر سکے!“

اور اس سے پہلے، 6 فروری 2025ء کو پوچھے گئے سوال ”سوڈان میں عسکری کارروائیوں میں شدت“ کے جواب میں ہم نے خبردار کیا تھا کہ سوڈان کی سیاسی اور عسکری ایجنٹ قیادت، جو ٹرمپ انتظامیہ سے ہدایات لیتی ہے، یہ قیادت فوج کو یہ حکم دے رہی ہے کہ وہ وسطی علاقے سے دارفور کی جانب ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کے لیے راستے کھول دے۔ ہم نے کہا تھا:

”چھٹا: اس کے مطابق، غالب امکان یہی ہے کہ سوڈان میں یہ عسکری پیش رفت ٹرمپ کی نگرانی میں ترتیب دی جا رہی ہے، اور ان کا مقصد درج ذیل ہے:

1- امریکہ کے منصوبے میں تیزی لانا، جس کے تحت ملک کو امریکہ کے ایجنٹوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا: دارفور ریپڈ سپورٹ فورسز اور حمیدتی کے زیر اقتدار رہے گا، جبکہ برہان کی قیادت میں سوڈانی فوج وسطی اور مشرقی سوڈان پر قابض رہے گی، یوں دو الگ اکائیاں سامنے آئیں گی۔ اور یہ صورتحال حمیدتی کے دارفور پر قابض ہونے کے باعث بن چکی ہے۔ ہم نے اسی منصوبے کا ذکر 19 دسمبر، 2023ء کو ایک سوال کے جواب میں بھی کیا تھا، جہاں ہم نے وضاحت کی تھی کہ: ”امریکہ حالات تیار کر رہا ہے کہ جب اس کے مفادات تقاضا کریں تو ملک کو تقسیم کر دے۔ اگر امریکہ کے مفاد میں جنوبی سوڈان کے بعد دوسری تقسیم بھی ہو، تو وہ دارفور میں یہ کام کرے گا... وقت شاید ابھی نہیں آیا، لیکن حالات کی تیاری ابھی سے کی جا رہی ہے“۔ یہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، اور اب ایسا

لگتاہے کہ امریکہ کے مفاد کے قریب ہے کہ دارفور کو اسی طرح الگ کر دیا جائے جیسے جنوبی سوڈان کو کیا گیا تھا۔...اور اگر ٹرمپ اس کو نافذ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہو گا۔ اس لیے امت کو چاہیے کہ اس کا راستہ روکے اور خاموش نہ رہے جیسے جنوبی سوڈان کی علیحدگی پر وہ خاموش رہی تھی!"

**آٹھواں نکتہ: حزب التحریر امسال کے آغاز سے، بلکہ 2023ء سے ہی خبردار کرتی آ رہی ہے** جب امریکہ نے اپنے ہی دو ایجنٹوں کے درمیان یہ جنگ بھڑکائی تھی، کہ امریکہ کا سوڈان کو تقسیم کرنے کا منصوبہ عملی شکل اختیار کرنے والا ہے۔ اور اب، آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ تقسیم کے مراحل تیزی سے واضح ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ بہت سے سوڈانی لوگ اس خونی تصادم میں پھنس چکے ہیں جو امریکہ کے ایجنٹ اپنی جنگ کے ذریعے امریکہ کے مقاصد پورے کرنے اور سوڈان پر اس کے اثر ورسوخ کو برقرار رکھنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ آج، امریکی منصوبہ اپنے آخری مرحلے کے قریب پہنچ چکا ہے، یعنی دارفور کو سوڈان سے الگ کرنے کے مذموم مقصد کے قریب۔ اور یہ سب ہو رہا ہے جبکہ آپ صرف دیکھ رہے ہیں! کیا فوج میں کوئی ایک بھی عاقل اور قوی کمانڈر نہیں جو ایک لمحہ کے لیے بیٹھ کر اپنے رب کے سامنے اخلاص کا عہد کرے، اور وہ اقدامات کرے جو امریکہ کے منصوبے کو ناکام بنائیں اور ان ایجنٹوں کو ہٹا دیں جنھوں نے صرف واشنگٹن کے مطالبات پورے کرنے کے لیے دسیوں ہزار سوڈانیوں کو قتل کر دیا اور لاکھوں باشندوں کو بے گھر کر دیا؟ کیا فوج میں کوئی ایک بھی عاقل اور طاقتور کمانڈر موجود نہیں جو سوڈان کی طاقت کو مخلص ہاتھوں کے حوالے کرے، حزب التحریر کو نصرۃ (مادی مدد) دے، وہ جماعت جو عرصہ سے انہیں پکار رہی ہے، خبردار کرتی رہی ہے اور اسلام کے قیام کی دعوت دیتی رہی ہے، تاکہ سوڈان سے اسلامی ریاست، یعنی نبوت کے طریقے پر دوسری خلافتِ راشدہ قائم ہو؟ اور کتنا عظیم ہو گا وہ صالح اور قوی شخص جو اللہ کے حضور اس حال میں حاضر ہو کہ اللہ نے اسی کے ذریعے اپنے نبی ﷺ کی وہ بشارت پوری فرمائی ہو جس میں اس جبر کے دور کے بعد خلافتِ راشدہ کی واپسی کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«...ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ» "...پھر جبر و استبداد والی حکمرانی ہو گی، اور وہ باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اسے اُٹھالے گا جب وہ اسے اُٹھانا چاہے گا، پھر نبوت کے طریقے پر (دوبارہ) خلافت ہو گی، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے"۔** (مسندِ احمد)

12 جمادی الاول 1447 ہجری

بمطابق 3 نومبر 2025 عیسوی

فہرست

# سونا اور ڈالر کے مابین جاری مخمصہ

ڈاکٹر محمد جیلانی

15 اگست 1971ء کو، صدر نکسن کے دور میں، امریکہ نے بریٹن ووڈز معاہدہ ختم کر دیا، وہ معاہدہ جس کے تحت سونے کی قیمت 35 ڈالر فی اونس مقرر تھی۔ اس تاریخی فیصلے کی بنیادی وجہ فیڈرل ریزرو کی جانب سے بے تحاشا ڈالر کا اجراء کرنا تھا، خاص طور پر وہ فنڈز جو امریکہ نے یورپ کی بحالی کے لیے مارشل پلان کے تحت مختص کیے تھے۔ بریٹن ووڈز معاہدے کے مطابق، 1971ء تک یورپ کے پاس اندازاً 10 سے 40 ارب ڈالر جمع ہو چکے تھے، جو 11.2 سے 40.8 ٹن سونا کے مساوی بنتے تھے۔ یورپ کے پاس سونے کی یہ مقدار امریکہ کے سونے کے ذخائر سے زیادہ تھی، جو اُس وقت کے اعداد و شمار کے مطابق 10,000 ٹن کے برابر تھے۔ امریکہ کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا تھا کہ وہ بریٹن ووڈز کے اصول سے دستبردار ہو جائے، جو دنیا کے مرکزی بینکوں کو یہ حق دیتا تھا کہ وہ اپنے ڈالر کے بدلے سونا حاصل کریں۔ امریکہ کی جانب سے اس معاہدے کو منسوخ کرنے پر یورپ نے خاصی مخالفت کی، اور خصوصاً فرانس اس فیصلے کے خلاف تھا، مگر امریکہ اپنے فیصلے پر ڈٹا رہا اور بالآخر یورپ کو بھی اسی راستے پر چلنے پر مجبور کر دیا۔ یہ خاص طور پر اُس وقت ممکن ہوا جب امریکہ نے سعودی قیادت میں چلنے والے ادارے، اوپیک (OPEC) کو اس بات پر قائل کر لیا یا مجبور کر دیا کہ وہ سونا-ڈالر معیار کو بدل کر تیل-ڈالر معیار (Petrodollar) کو اپنا لے۔

جب ہم ڈالر اور تیل کے تعلق، اور ڈالر اور سونے کے تعلق کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہمیں امریکی کنٹرول شدہ مالیاتی نظام ایک بڑے مخمصہ کا سامنا کرتے نظر آتا ہے۔ جب ڈالر نے سونے سے دامن چھڑا لیا، اور جس کے نتیجے میں اقتصادی ترقی میں رکاوٹیں آئیں جنہیں صدر ریگن نے اپنے دورِ صدارت (1980–1988) میں ختم کرنے کی کوشش کی، تو امریکہ نے خود کو یہ اجازت دے دی کہ وہ بے تحاشا مقدار میں ڈالر جاری کرے، ایسی مقدار جو امریکہ کے پاس موجود سونے یا تجارتی اجناس سے کئی گنا زیادہ تھی، خواہ وہ سونا یا اجناس مقامی سطح پر ہو یا عالمی سطح پر موجود ہو۔

یوں بے پناہ مقدار میں جاری ہونے والے یہ ڈالر عالمی منڈی میں پہنچ گئے۔ دنیا میں دستیاب حقیقی نقد رقم (M0) کی مقدار تقریباً 8.3 کھرب ڈالر ہے، جبکہ بینک چیکوں کے ذریعے گردش کرنے والے ڈالر (M1) کی مقدار 56.7 کھرب ڈالر بنتی ہے۔ اور اگر اس مقدار میں بینک سیونگ اکاؤنٹس (M3) کو بھی شامل کر لیا جائے، تو دنیا میں گردش کرنے والے کل ڈالرز کی مقدار تقریباً 123 کھرب ڈالر بنتی ہے۔ تاہم، EBC فنانشل گروپ کے مطابق دنیا بھر میں ڈالرز کی مجموعی قیمت تقریباً 471 کھرب ڈالر کے برابر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈالر کی شکل میں موجود دولت کی مقدار دنیا کے تمام دستیاب سونے کو صرف کر سکتی ہے، چاہے وہ سونا نکالا جا چکا ہے یا ابھی زمین کے اندر موجود ہے۔ امریکی جیولوجیکل سروے کے مطابق، اب تک دنیا میں 244,000 ٹن سونا دریافت کیا جا چکا ہے، جبکہ 50,000 ٹن سونا ابھی زمین کے نیچے موجود ہونے کا اندازہ ہے۔ یوں اگر سونے کی کُل مقدار کو 300,000 ٹن تصور کیا جائے تو، اس کا مطلب یہ ہے کہ فیڈرل ریزرو کے جاری کردہ یا ممکنہ طور پر جاری کئے جانے والے ڈالرز میں سے دنیا میں موجود ڈالرز کی مقدار کا 7٪ سے بھی کم حصہ کافی ہو گا کہ اس سے اس تمام سونے کو موجودہ قیمت پر خرید لیا جائے۔

بہر حال یہ بات درست ہے کہ سونا اب مالیاتی پالیسی کی بنیاد نہیں رہا، اور ڈالر کو سونے میں تبدیل کرنا کسی ملک پر لازمی قرار نہیں دیا گیا۔ تاہم، جب امریکہ نے بریٹن ووڈز معاہدہ ختم کیا، تو اس کے بعد صرف ایک چیز کی ضمانت دی گئی اور وہ تھی سونے اور ڈالر کے درمیان زرِ مبادلہ کی شرح (exchange rate) میں استحکام۔ لیکن یہی وہ امر ہے جہاں خطرہ پوشیدہ ہے کیونکہ اب دنیا میں ڈالرز کی اتنی زیادہ مقدار جمع ہو چکی ہے کہ وہ دنیا میں موجود تمام سونے کو پندرہ مرتبہ خریدنے کے لیے بھی کافی ہے۔

دوسری جانب، جسے ہم افراطِ زر (Inflation) کہتے ہیں، اس سے مراد ہے کہ مارکیٹ میں گردش کرنے والی رقم یا قابلِ تجارت کرنسی کی مقدار میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے، جبکہ خریداری کے لیے دستیاب اشیاء کی مقدار نسبتاً کم رہے۔

گرچہ افراطِ زر کو کھانے پینے کی اشیاء (consumables)، استعمال میں لائے جانے والے سامان جیسے مشینری (utilizable goods)، یا حکمتِ عملی کی اشیاء جیسے اسلحہ (strategic goods) کی دستیابی کے ذریعے ناپا جا سکتا ہے، لیکن ان سب میں سونا ہمیشہ سے افراطِ زر کا سب سے اہم اعشاریہ رہا ہے، خاص طور پر اُس وقت جب سونا سرمایہ کاری کرنے یا ذخیرہ کرنے کے لیے انتہائی مطلوب بن جائے۔ اگر ہم دنیا بھر میں استعمال ہونے والے اثاثوں کی مقدار اور قیمت پر غور کریں جن میں خوراک، دوا، دفاعی سامان، فضائی و دیگر تمام تر صنعتیں شامل ہیں اور اس میں سونا بھی شامل کر لیں تو ان سب کی مجموعی قیمت کا تخمینہ 2023ء میں تقریباً 40 کھرب ڈالر اور 2024ء میں 64 کھرب ڈالر تک لگایا گیا۔ اور اب اگر ہم اس مالیاتی قدر کا موازنہ صرف گردش کرنے والی کرنسی سے ہی کر لیں، جو کہ 160 کھرب ڈالر کے برابر ہے، تو ہمیں عالمی مالیاتی صورتحال کی سنگینی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنا ضروری ہے کہ 2023ء اور 2024ء کے درمیان تجارتی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ تقریباً 4 کھرب ڈالر تک جا پہنچا۔ قیمتوں میں خطرناک حد تک ہونے والے اضافے کی بنیادی وجہ زیادہ تر اجناس، ضروریاتِ زندگی، اور اسٹریٹجک اشیاء کی قیمتوں میں ہونے والا اضافہ تھا، نہ کہ استعمال یا کھپت میں اضافے کی وجہ سے۔

آج سونے کی قیمتوں میں نمایاں اور قابلِ غور اضافے کا یہ رجحان اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ سونا وہ جنس (commodity) ہے جس کی قیمت میں نمایاں اضافہ کیا جاسکتا ہے بغیر اس کے کہ دنیا بھر میں معاشی انتشار (global chaos) پیدا ہو۔ افراطِ زر کو قابو کرنے کے لیے شرحِ سود (interest rates) میں نمایاں اضافہ کرنے یا ضروری اشیاء (consumable goods) کی قیمتیں بڑھانے کے بجائے، اب توجہ سونے پر مرکوز کی جارہی ہے کیونکہ سونے کی قیمت میں اضافہ عام لوگوں کی روزمرہ زندگی کو براہِ راست متاثر نہیں کرتا۔ بلکہ، سونے کی قیمت میں اضافہ کو ایک سرمایہ کاری کے موقع (investment opportunity) کے طور پر دیکھا جاتا ہے، نہ کہ اسے افراطِ زر کی علامت سمجھا جاتا ہے وہی افراطِ زر جو دنیا کی زیادہ تر آبادی کو متاثر کررہا ہے۔

درحقیقت، قیمتوں میں اضافے کا بنیادی مسئلہ، خواہ وہ سونے کی قیمتوں میں اضافہ کا ہو یا دیگر اشیاء کی قیمتوں کا، دراصل کاغذی کرنسی (fiat money) کے اجراء کے عمل کا فطری انجام ہے۔ صدیوں تک دنیا نے ایک ہی حقیقی کرنسی کے نظام کے تحت مالی زندگی گزاری یعنی سونا یا اس کے مساوی کرنسی جو گردش میں رہا کرتی تھی۔ ایسا نظام کبھی افراطِ زر (inflation) کا شکار نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس، پیداوار میں اضافہ ہمیشہ قیمتوں میں فطری کمی کا باعث بنتا تھا۔ مگر یہ صورتحال سرمایہ دارانہ نظام میں مختلف ہے وہی نظام جس کا مالی ڈھانچہ امریکہ کی جانب سے دنیا پر مسلط کیا گیا۔

بہرحال سوال یہ ہے کہ: کیا سونے کے معیار پر واپس جانا ممکن ہے، جہاں سونا عالمی کرنسی بن جائے اور تمام کوششوں اور سرمایوں کی قدر سونے اور چاندی میں کی جائے؟ اس کا جواب صرف مالیاتی نظام سے نہیں بلکہ مجموعی طور پر معاشی نظام اور اس سیاسی نظام سے بھی جڑا ہے جو دیگر ممالک کے مؤقف کی پرواہ کیے بغیر اقتصادی فیصلے کرسکتا ہو۔ یہ کہنا آسان ہے، کرنا نہیں، کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو دنیا کی سرکردہ طاقت، امریکہ کو مشتعل کردیتا ہے جو کہ اپنی عالمی برتری حاصل کرنے کے بنیادی عناصر میں سے ایک اس پر انحصار کرتا ہے کہ سونے کو کسی مالیاتی بنیاد سے الگ رکھا جائے۔ ہم نے دیکھا کہ یورپ جو کہ امریکہ کا سب سے زیادہ مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا، کم از کم تقریباً 75 سال پہلے جب سے اس نے سونے کے معیار کو ختم کیا تو وہ امریکہ کے سامنے کھڑا بھی نہ ہوسکا۔ اسی طرح سوویت یونین کو بھی امریکہ کے فیصلے کو چیلنج کرنے کا کوئی راستہ نہ ملا، اور وہ بھی صرف حقیقی سونے سے غیر ملکی کرنسیاں خریدنے اور دنیا کے مختلف ممالک سے سامان خریدنے پر اکتفاء کرتا رہا، حالانکہ اس نے عالمی اشیاء کی درآمدات میں نمایاں کمی بھی کردی تھی۔

اور آج تک، BRICS اور شنگھائی تعاون تنظیم (SCO) جیسی تنظیموں کا کھڑے ہو جانا بھی عالمی مالیاتی نظام کے بارے میں انتہائی احتیاط کے ساتھ بات کرتا ہے۔ تاہم، ان تنظیموں کے تمام تر مباحثے اپنے رکن ممالک کے مابین علاقائی تجارت تک ہی محدود

ہیں، جس میں وہ اپنی ملکی کرنسیوں کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی حکمتِ عملی ابھی تک سونے پر مبنی عالمی کرنسی جاری کرنے کے تصور تک نہیں پہنچی۔

امریکہ نے مالیاتی پالیسی اور ڈالر کی بالادستی کو دنیا کے ساتھ اپنے تعلقات میں ایک اسٹریٹیجک مسئلہ بنادیا ہے۔ اس نظام سے کسی بھی قسم کے انحراف کے انتہائی سنگین نتائج ہوسکتے ہیں۔ دنیا کی طاقتور ترین ریاستیں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں اور وہ بڑی احتیاط کے ساتھ ایسے کسی اقدام سے گریز کرنے کی کوشش کررہی ہیں جو امریکہ کو مشتعل کرسکے۔

لہٰذا، عالمی مالیاتی نظام کو چیلنج کرنا دراصل عالمی نظام کو مجموعی طور پر چیلنج کرنا ہے چاہے وہ فکری، نظریاتی، معاشی یا مالی سطح پر ہو موجودہ عالمی طاقتوں کی حکمتِ عملی سونے پر مبنی کرنسی جاری کرنے کے تصور سے کوسوں دور ہے۔ یہ ہدف صرف خلافت کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے جو ایک ایسا سیاسی و معاشی نظام قائم کرے گا جو روشن فکر پر مبنی ہو، اور جو قدرتی وسائل جیسے گیس، تیل، معدنیات اور دنیا کی اہم آبی گزرگاہوں پر کنٹرول رکھتا ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ، خلافت کے پاس بے پناہ افرادی قوت بھی موجود ہوگی۔ وہی خلافت جو ان شاء اللہ جلد ہی قائم ہوگی، وہ دنیا کی واحد ریاست ہوگی جو پوری انسانیت کو ایک ایسا مالیاتی، معاشی، سیاسی اور انسانی نظام فراہم کرسکتی ہے جو نظریاتی بنیادوں پر قائم ہو، نہ کہ ذاتی مفادپر، خواہ وہ ریاست فوری قائم ہو یا مستقبل میں۔

فہرست

# نُصرۃ

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرکے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفۂ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)۔